علم الغیب

علامہ نبی بخش حلوائی علیہ الرحمہ

علم الغیب

غیب کیا چیز ہے؟ یومنون بالغیب کے ضمن میں تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے، والغیب مصدر وصف به للمبالغة کالشهادة فی قوله تعالیٰ عالم الغیب والشهادة والعرب تسمی المطمئن من الارض والخمصة التی تلی الکلیة او فیعل خفف کقیل والمراد به الخفی الذی لا یدرکه الحس ولا یقتضیه بداهة العقل و هو قسمان قسم لا دلیل علیه وهو المعنی بقوله تعالیٰ وعنده مفاتح الغیب لا یعلمها الا هو وقسم نصب علیه دلیل کالصانع وصفاته والیوم الآخر واحواله وهو المراد به۔

ترجمہ۔ اور غیب مصدر ہے بطور مبالغہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، جیسے لفظ شہادت واجب تعالیٰ کے قول عالم الغیب والشہادة میں، باوجود مصدر ہونے کے صفت واقع ہوا ہے عرب والے اپنی زبان میں پست زمین اور محاذ گروہ کو غیب کہتے ہیں، یا غیب قیل کی طرح مخفف ہے، غیب بر فیعل کا، اور مراد غیب سے وہ مخفی امر ہے، جو حواس سے معلوم نہ ہو سکے اور نہ اس کو بداہۃ عقل چاہے، یعنی عقل بلا دلیل معلوم نہ کر سکے، اور یہ غیب دو قسم ہے، ایک قسم یہ ہے، کہ اس پر دلیل عقلی یا نقلی قائم نہ ہو اور یہی غیب عنده مفاتح الغیب لا یعلمها الا هو میں مراد ہے، دوسری قسم یہ ہے کہ اس پر دلیل عقلی یا نقلی قائم ہو، جیسے اللہ تعالیٰ اس کی صفات، روز قیامت اور دیگر احوال آخرت، آیت یومنون بالغیب میں یہی غیب مراد ہے، یعنی متقی وہ ہیں جن کو اس قسم کا غیب یعنی خدائے تعالیٰ اس کی صفات کا علم اور عالم آخرت کا علم دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے حاصل ہے۔

علم غیب کے متعلق اہل السنت والجماعت کا عقیدہ۔

اہل السنت والجماعت بالاتفاق مانتے ہیں کہ غیب دو نوع پر ہے، ذاتی اور عطائی، علم غیب ذاتی ذات باری تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے، اس کی مہربانی سے انبیائے کرام اور اولیائے عظام کو بعض علوم از قسم غیب حاصل ہوتے ہیں، اس کو علم غیب عطائی کہتے ہیں، حضور علیہ الصلوٰة والسلام کا علم غیب اسی قسم کا تھا، اور تمام مخلوقات کے مجموعی علم سے زیادہ تھا، لیکن ذات باری تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں ایسا تھا، جیسا سمندر کے مقابلہ میں قطرہ، اور جملہ مخلوقات کا مجموعی علم حضور علیہ الصلوٰة والسلام کے علم کے مقابلہ میں ایسا ہے، جیسا کہ سمندر کے سامنے قطرہ، کیونکہ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کا اقتضا ہی یہی ہے۔

اب ہم اس عقیدہ کے ثبوت میں آیات قرآنیہ، احادیث، علمائے امت و فقہا کے اقوال و منکرین کی کتب سے حوالے پیش کرتے ہیں۔

علامہ خفاجی حواشی بیضاوی سے نقل فرماتے ہیں، ان معلومات اللہ تعالیٰ لا نہایة لها وغیب السموٰت و الارض وما یبدونه وما یکتمونه قطرة منها، بمقابلہ علم الٰہی تمام غیوب ارضی و سماوی قلیل کہا جائے تو بیشک

بجا ہے لیکن انہیں بجائے خود قلیل کہنا اور کثیر نہ ماننا غلطی ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علوم الٰہی سے ایک قطرہ عطا ہُوا یعنی آپ کا علم بمقابلہ علم الٰہی قلیل ہے، مگر بجائے خود ایسا وسیع ہے کہ کوئی شے اُس کے احاطہ سے خارج نہیں، اور تفسیر کبیر میں ہے، وسمی جمیع الدنیا قلیلاً حیث قال قل متاع الدنیا قلیل اس سے ظاہر ہُوا کہ نعیم آخرت کے سامنے تمام دنیا کی متاع بھی قلیل ہے، اس طرح حق سبحانہ کے علم کے سامنے تمام مخلوقات کا علم قلیل ہے، لیکن جس طرح ہم اپنے نزدیک تمام دنیا کو قلیل نہیں پاتے اسی طرح تمام مخلوقات کا علم بھی ہمارے نزدیک قلیل نہیں، اگر ہم اُسے فی نفسہٖ قلیل جانیں تو یہ ہماری بے بصری ہے، اس کی مثال یوں سمجھئے، کہ ایک بادشاہ نے خوش ہو کر اپنے وزیر کو ایک ہزار گاؤں عطا کئے، اُس کا یہ عطیہ اپنی سلطنت کے مقابلے میں کچھ نہیں، لیکن اس کی اہمیت ایک تہی دست مفلس سے پوچھئے، وہ اسے متاعِ سلطنت سمجھے گا اور تعجب سے کہے گا کہ بادشاہ نے وزیر کو ہزار گاؤں ہرگز نہیں عطا کئے ہونگے اگر ایسا ہُوا ہے، تو بادشاہ سے وزیر رتبہ میں کسی طرح کم نہیں رہا، بلکہ منعم اور منعم علیہ کا امتیاز بھی اُس کے دل سے اُٹھ جائے گا، مختصراً منطقی رنگ میں اس مسئلہ کو یوں بیان کر سکتے ہیں، کہ خدا کا علم عام ہے، اور اُس کے مقابلے میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم خاص ہے، لیکن تمام مخلوقات کے مقابلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم عام اور مخلوقات کا علم خاص ہے، یعنی تمام مخلوقات کا مجموعی علم رسول اللہ صلعم کے علم کو محیط نہیں ہو سکتا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حق سبحانہ کے تمام علم کو محیط نہیں ہو سکتا، مگر اس کے برعکس خدا کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے علم کو محیط اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مخلوقات کے علم کو محیط ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے، کہ حق تبارک وتعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو اپنے خاص علم غیب پر جس قدر چاہیے مطلع بھی کر سکتا ہے کہ نہیں، اگر انکار کریں تو ان اللہ علی کل شیٔ قدیر کے کیا معنی ہوں گے؟ اگر آیات نفی و آیات اثبات میں (جو علم غیب کو ماسوا کے لئے نفی یا اثبات کرتی ہیں) اگر فرق نہ کیا جائے، تو قرآن مجید کی آیات میں تضاد و اختلاف ماننا پڑیگا جو کسی طرح جائز اور ممکن نہیں، بس ایسی صورت میں ہر دو قسم کی آیات میں تطابق و توافق لازمی امر ہے، ورنہ ایمان کی خیر نہیں، اور یومنون ببعض الکتاب ویکفرون ببعض کا مصداق ہونا پڑتا ہے، یعنی حقیقت و مجاز اور ذاتی و عطائی کا فرق مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

اب ہم ذیل میں پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کے ثبوت میں آیاتِ قرآنیہ، احادیث نبویہ، اقوال ائمہ فقہ و دیگر علما سے دلائل نقل کرتے ہیں، پھر منکرین علم غیب کے دلائل نقل کر کے ان پر محاکمہ کریں گے، انشاءاللہ!

ادلہ مثبتین علم غیب عطائی

(۱) قرآن مجید میں ہے، عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول (سورہ جن) یعنی اللہ جل جلالہ عالم الغیب ہے، پس کسی پر اپنا غیب ظاہر نہیں فرماتا، مگر (اس پر ظاہر کرتا ہے، جس کو پسند فرمالے رسولوں میں سے، آیت مذکورہ کے تحت صاحب تفسیر روح البیان فرماتے ہیں، قال ابن الشیخ انہ تعالیٰ لا یطلع

علی الغیب الذی یختص بہ علمہ الا المرتضٰی الذی یکون رسولاً ومالا یختص بہ یطلع علیہ غیرالرسول' یعنی ابن الشیخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب خاص پر جو اُس کے ساتھ مختص ہے' رسول مرتضٰی کے سوا کسی کو مطلع نہیں فرماتا' اور جو غیب کہ اُس کے ساتھ خاص نہیں' اس پر غیر رسول کو بھی مطلع فرمادیتا ہے' اور تفسیر جمل میں ہے' والمعنی ولکن اللہ یجتبی ای یصطفی من رسلہ من یشاء فیطلعہ علی الغیب اور معنی یہ ہیں' لیکن اللہ جل شانہ چھانٹ لیتا ہے' یعنی برگزیدہ کرتا ہے' اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے' پس مطلع کرتا ہے اُس کو غیب پر' اور وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی کانہ قال الا الرسل فانہ یطلعھم علی الغیب' اور یہ استثناء منفصل ہے' یعنی حق تبارک وتعالےٰ اپنے خاص غیب پر مطلع فرمادیتا ہے' اپنے برگزیدہ رسولوں کو' اور اسی آیت کے ضمن میں کتاب الکلمتہ العلیاء میں مرقوم ہے کہ اہل تدقیق فرماتے ہیں' کہ لا یظھر غیبہ علی احد نہ فرمایا' کہ اللہ تعالیٰ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں فرماتا' کیونکہ اظہار غیب تو اولیائے کرام پر بھی ہوتا ہے' اور بذریعہ انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہم پر بھی ہوتا ہے' بلکہ یہ فرمایا' لا یظھر علٰی غیبہ احد' اپنے غیب خاص پر کسی کو ظاہر' غالب اور مسلط نہیں فرماتا مگر رسولوں کو' ان دونوں مرتبوں میں کیسا فرق عظیم ہے' اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے یہ کتنا بلند مرتبہ قرآن عظیم سے ثابت ہوا' ان تمام تفاسیر سے یہ نتیجہ نکلا' کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا فرماکر علم ما کان وما یکون سے سرفراز فرمایا[له] جس کی بناء پر آپ نے اپنے سے پہلے پچھلے لوگوں اور روز قیامت کی خبریں ظاہر فرمائیں ملخصاً تفسیر عزیزی میں ہے کہ "غیب نام چیزیست کہ از ادراک حواس ظاہرہ وباطنہ غائب باشد' نہ حاضر' تا بمشاہدہ ووجدان دریافت شود واسباب وعلامات آن نیز در نظر عقل وفکر آں درنیاید' تا ببداہت واستدلال دریافتہ شود' برنابینا عالم الوان غیب است وعالم اصوات' نغمات والحان شہادت' درپیش جنین لذت جماع غیب است' وپیش فرشتگان الم گرسنگی وتشنگی غیب است ودوزخ وبہشت شہادت' لہذا ایں قسم را غیب اضافی گویند' وآنچہ نیست نسبت بہمہ مخلوقات غائب است' غیب مطلق مطلق است' مثل وقت آمدن قیامت واحکام کونیہ وشرعیہ باری تعالےٰ وہر روز ودر ہر شریعت ومثل حقائق ذات وصفات او تعالیٰ علی السبیل التفصیل' وایں قسم غیب خاص او تعالیٰ می نامند' فلا یظھر علی غیبہ احدا' پس مطلع نمی کند بر غیب خاص خود ہیچ کس را موجہے کہ رفع تلبیس واشتباہ خطا بکلی دراں اطلاع خاص شوند' واحتمال خطا واشتباہ اصلا نماند' وہمیں اطلاع کہ اورا اظہار شخصے بر غیب تعالیٰ گفت بخلاف اطلاع منجمین واطبا وکاہناں ورمالاں وجفریاں وفال بیناں کہ علم ایشاں بہ بعض حوادث کونیہ از راہ استدلال باسباب وعلامات ظنیہ یا اخبار محتملتہ الصدق والکذب جناں وشیاطین تخمینی ووہمی می باشند نہ کہ یقینی' واولیاء را ہرچند علم الہامی یقینی بہ بعض حقائق ذات وصفات یا وقائع کونیہ حاصل می شود' اما تلبیس واشتباہ بہ جمیع الوجوہ ازاں مرتفع نمے گردد' تا اظہار ایشاں بر غیب واستیلا برآں متحقق گردد' بلکہ اظہار غیب بر ایشاں وانعکاس صورت غیبیہ در آئینہ وجدان ایشاں است' لہذا تکلیف عام باں متحقق نشود' وخود ہم در تحصیل یقین باں واعتماد برآں محتاج بہ شواہد کتاب وسنت' کہ اقسام وحی اند می شوند پس اظہار بر غیب ہیچ کس را نہ دہند' الامن ارتضی من رسول

له اللہ تعالیٰ اپنے غیب خاص پر جو اُس کے ساتھ مختص ہے' رسول مرتضٰی کے سوا کسی کو مطلع نہیں فرماتا' اور جو غیب اُس کے ساتھ خاص نہیں اس پر غیر رسول کو بھی مطلع فرماتا ہے۔

دیگر کسے کہ پسند می کند و آں کس رسول می باشد، خواہ از جنس ملک باشد مثل حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام، خواہ از جنس بشر مثل حضرت محمد و موسیٰ و عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کہ اورا اظہار بر بعضے از غیوب خاصہ خود میفرمایند تا آں غیوب را بہ مکلفین برساند، و تلبیس و اشتباہ را از وے بکلی دفع می نمایند تا احتمال خطا و نا راستی اصلاً پیرامون آں نگردد، و عامہ مکلفین کہ بدیدن معجزہ تصدیق رسول بشری نمودہ باشند، در وحی ہر رہ بر آں اعتماد نمودہ در غلط نیستند و راہِ حق نہ کنند، لہذا در انزال وحی احتیاط بلیغ بکار می برند' الخ۔

عبارت مذکورہ کا خلاصہ یہ ہے، کہ غیب اس چیز کا نام ہے' جو حواس ظاہری و باطنی سے غائب ہو کسی صورت سے اس کا مشاہدہ نہ ہو سکے' ایک غیب مطلق ہے' جو تمام مخلوقات سے غائب ہے' اور اُس کو کوئی بھی نہیں جان سکتا جیسے قیامت کے آنے کا وقت' اور اس غیب کے اسباب اور نشانات عقل و فکر کی مدد سے نہ پائے جائیں' اور بداہت و استدلال سے دریافت نہ ہو سکے' اور یہ غیب مختلف ہے' ہر شخص کی نسبت چنانچہ مادر زاد اندھے کے آگے جہان کے رنگ غیب ہیں' اور آوازیں وغیرہ ظاہر' عنین کے آگے لذت جماع غیب ہے' فرشتوں کے آگے بھوک پیاس کا رنج غیب ہے' اور دوزخ و بہشت اُن کے لئے شہود ہے' اس قسم کے غیب کو غیب اضافی کہتے ہیں یعنی یہ بعض کے لئے غیب ہے اور بعض کے لئے شہود' اور جو غیب حقائق ذات و صفات باری تعالیٰ سے متعلق ہے' وہ حق تبارک و تعالیٰ سے مختص ہے' اور وہ اس سے کسی کو اس وجہ پر مطلع نہیں فرماتا' کہ اس سے اشتباہ و تلبیس رفع ہو جائے اور احتمالِ خطا و اشتباہ ہرگز نہ رہے' اور خطا و نسیان کا امکان بھی نہ رہے' اور ایسے غیب کو جس میں یہ سب صفتیں پائی جاتی ہوں' کسی پر ظاہر کرنا کہہ سکتے ہیں' بخلاف نجومیوں' کاہنوں' طبیبوں' رملیوں' جفریوں' اور فال دیکھنے والوں کے' کیونکہ ان کا علم جہان کے بعض آنے والے حادثوں پر اسباب و علاماتِ ظنیہ پر استدلال کی راہ سے ہوتا ہے' یا اُن خبروں پر منحصر ہوتا ہے' جو صدق و کذب کی متحمل ہو سکتی ہیں' کیونکہ وہ جنات و شیاطین کے علم سے تعلق رکھتی ہیں' جو وہم و تخمین پر مبنی ہوتا ہے یقین پر نہیں' اگرچہ اولیائے کرام کو بعض حقائق ذات و صفات یا واقعات جہاں کے متعلق علم الہامی یقینی حاصل ہوتا ہے' لیکن اس سے بھی اشتباہ و تلبیس کا ارتفاع من کل الوجوہ ضروری نہیں' تاکہ ان پر اظہار غیب اور غیب پر اُن کا استیلا متحقق ہو جائے' ان پر اظہار غیب اور صورت غیبیہ کا انعکاس ان کے آئینۂ وجدان پر ہوتا ہے' اسلئے اس سے تکلیف عام متحقق نہیں ہوتی' اولیائے کرام خود بھی اپنے علم پر اعتماد و یقین حاصل کرنے میں شواہد کتاب و سنت (جو کہ وحی کے اقسام میں) کے محتاج ہوتے ہیں' پس اظہار بر غیب سوائے ان رسولوں کے جن کو خدائے تبارک و تعالیٰ پسند فرمالے' کسی کو حاصل نہیں' خواہ وہ رسول جنسی ملائکہ میں سے ہو' جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام خواہ جنس بشر میں سے ہو' جیسے حضرت محمد' موسیٰ' عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات خدائے تعالیٰ ان پر اپنے خاص غیب کو ظاہر کرتا ہے' تاکہ ان کے ذریعے مکلفین تک پہنچے' اور اس میں اشتباہ و تلبیس کا شائبہ نہیں ہوتا' جس سے خطا و نا راستی کا امکان بھی نہیں رہتا' جن لوگوں نے رسول بشری کی تصدیق معجزہ دیکھ کر کی ہوگی' وہ وحی کے بارے میں اُس پر بکلی اعتماد کریں گے اور غلطی میں پڑ کر راہِ حق گم نہیں کریں گے' اسی لئے انزال وحی میں پوری پوری احتیاط پیش نظر

رکھی جاتی ہے ـــــ تفسیر سراج المنیر میں اسی آیت کے ضمن میں ہے، وقال القرطبی المعنی فلا یظہر علی غیبہ احداً
الا من ارتضی من رسول فانہ یظہرہ علے مایشاء من غیبہ لان الرسول موید ون بالمعجزات ومنہا الاخبار
عن بعض المغیبات کما ورد فی التنزیل فی قولہ تعالےٰ وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم الی قولہ
وانکار الکرامات مذہب المعتزلہ واما مذہب اہل السنت فیثبتونہا فانہ یجوزان یلہم اللہ بعض
اولیائے وقوع بعض الوقائع فی المستقبل فیخبربہ وھو من اطلاع اللہ تعالیٰ ایاہ علی ذالک ویدل علے
صحت ذالک ما روی عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال کان فیمن قبلکم من الامم ناس محدثون
من غیر ان یکونوا انبیاء وان یکن فی امتی احد فانہ عمر اخرجہ البخاری قال ابن وہب تفسیر محدثون
ملہمون والمسلم عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یقول فی الامم قبلکم محدثون فان
یکن فی امتی منہم احداً فان عمر بن الخطاب منہم ففی ھذا اثبات کرامات الاولیاء الی آخرہ، یعنی آیت
مذکورہ کی تفسیر میں قرطبی فرماتے ہیں، المعنی قولہ تعالیٰ فلا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول کے
یہ معنے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیوب میں سے جس پر چاہتا ہے اُس کو مطلع کرتا ہے، یقیناً رسول معجزات کی مدد سے
موید کئے جاتے ہیں، اور ان میں سے بعض رسول بعض مغیبات سے خبر دیتے ہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ
کے اس قول میں وارد ہوا ہے کہ میں تمہیں ان چیزوں کی جو تم کھاتے ہو اور جو گھروں میں ذخیرہ رکھتے ہو، خبر دیتا ہوں
آہ۔ اور اولیاء اللہ کی کرامتوں سے انکار معتزلہ کا مذہب ہے، اور اہل سنت ان کی کرامتوں کے ثابت کرنے
والے ہیں، اور یہ جائز ہے، کہ خدائے تعالیٰ اپنے بعض اولیاء میں سے بعض مستقبل کے واقعات پر الہام کرتا ہے، اور
اُس کو اس واقعہ کی خبر دے، اور یہ خبر دینا خاص اس کو اس واقعہ پر اللہ تعالیٰ کے اطلاع دینے سے ہے، اور حضرت
ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت جو انہوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے بیان کی اس کی صحت پر دال ہے
آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں کے آدمیوں میں سے بعض باوجود نبی نہ ہونے کے الہام کئے جاتے تھے، پس ایسا
آدمی اگر کوئی میری امت سے ہے، تو عمر ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اخرجہ البخاری، ابن وہب نے کہا کہ محدثون کی تفسیر
ملہمون ہے، اور مسلم نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اور انہوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کی، کہ تم
سے پہلی امتوں میں سے محدث ہوا کرتے تھے، پس میری امت میں سے اگر کوئی ایسا ہے تو حضرت عمر بن خطاب رضی
اللہ تعالےٰ عنہ ہیں، اس میں کرامات اولیاء اللہ کا ثبوت ہے، اور یہ وہ امام قرطبی ہیں، جن کی توصیف اور ان کی تفسیر
کا معتبر ہونا کشف الظنون سے ثابت ہے، چنانچہ اُس میں ہے کہ شیخ امام ابو عبداللہ محمد بن احمد ابوبکر فرخ انصاری
فرزجی، قرطبی، مالکی، متوفی کی تفسیر حدیث اور آیات قرآنی پر مشتمل ہے، تفسیر کبیر میں اسی آیت کے تحت میں ہے،
ای وقت وقوع القیامۃ من الغیب الذی لا یظہرہ اللہ لاحد فان قیل فاذا حملتہم ذلک علی القیامۃ
فکیف قال الا من ارتضی من رسول مع انہ لا یظہر ھذا الغیب لاحد قلنا بل یظہرہ عند قرب القیامۃ
یعنی وقوع قیامت کا وقت ان غیبوں میں سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ کسی پر ظاہر نہیں فرماتا، پس جب یہ کہا جائے، کہ

جب تم نے اس غیب کو قیامت پر محمول کر لیا، تو پھر جواب دو کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے فرما دیا الا من ارتضی من رسولٍ حالانکہ یہ غیب بھی تو ان غیبوں میں سے ہے، جو کسی پر ظاہر نہیں کیا جاتا؟ تو ہم کہیں گے کہ خدائے تعالیٰ قیامت کے قریب ظاہر فرما دیگا،

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ضمن میں ہے، الا مَنْ یصطفیہ لرسالتہٖ ونبوتہٖ فیظھر علیٰ من یشاء من الغیب حتّٰی یستدلَّ علیٰ نبوتہ بما یخبُر بہٖ من المُغیبات فیکوُن معجزۃ لہٗ یعنی خدا جس کو اپنی رسالت اور نبوت کے لئے انتخاب کرے اور جس پر وہ چاہے اُس پر غیب کا اظہار فرماتا ہے، تاکہ ان مغیبات سے جن کی وہ خبر دیتے ہیں اُن کی نبوت پر دلیل پکڑی جائے، اور یہ اُن کا معجزہ ہوتا ہے۔

آیت ۲ - وَمَا کان اللہُ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء فامنوا باللہ ورسلہٖ وان تومنوا وتتقوا فلکم اجرٌ عظیم - ترجمہ - اور نہیں ہے اللہ کہ مطلع فرمائے تمہیں غیب پر، لیکن اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے چُن لیتا ہے، پس اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ ایمان لاؤ، اور اگر تم اللہ کے ساتھ ایمان لے آؤ اور اُس سے ڈرو تو تمہارے لئے اجر عظیم ہے۔

صاحب التفسیر مدارک التنزیل آیت مذکورہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں، وما کان اللہُ لیوتی احد امنکم علی الغیوب فلا توھموا عند اخبار الرسول بنفاق الرجل واخلاص الآخر انہ یطلع علی ما فی القلوب اطلاع اللہ فیخبر عن کفرھا وایمانھا ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء الآیہ ای ولکن یرسل الرسول فیوحی الیہ ویخبرہ بان فی الغیب کذا وان فلانا فی قلبہ النفاق وفلانًا فی قلبہ الاخلاص فیعلم ذلک من جھت اخبار اللہ لا من جھت نفسہ، ترجمہ - اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کسی کو تم میں سے علم غیب پر خبردار کرے، پھر نہ وہم کرو نزدیک خبر دینے رسول کے ساتھ نفاق کسی آدمی کے اور دوسرے کے اخلاص کے، کہ وہ بذات خود اپنی طرف سے خبر دے رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ رسولوں کو مطلع فرماتا ہے، اس پر جو دلوں میں ہے، پس وحی کی جاتی ہے طرف اُس کی، اور وہ خبر دیتا ہے اس کو ساتھ غیب کے، کہ فلاں کے دل میں نفاق اور فلاں کے دل میں اخلاص ہے، پس وہ رسول اس خبر کو خدا تعالیٰ کے مطلع کرنے سے جانتا ہے، بذاتہ نہیں جانتا۔

تفسیر بیضاوی میں ہے، وکان اللہُ لیُوتیِ اَحَدَکمُ علم الغیب فیطّلع علیٰ ما فی القلوب مِنْ کفرٍ وایمانٍ ولکن اللہ یجتبی لرسالتہٖ من یشاء فیوحیُ اللہُ ویخبرہٗ ببعضِ المُغیبات او ینصبُ لہٗ ما یدُلُّ علیہ ترجمہ اور اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کو علم غیب نہیں دیتا، تاکہ مطلع کرے اُس چیز پر جو دلوں میں ہے کفر اور ایمان میں سے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنی رسالت کے لئے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے، پھر اُس کی طرف وحی کرتا ہے، اور اُس کو بعض غیبوں کی خبر دیتا ہے، یا اُن کے لئے ایسے دلائل قائم کرتا ہے جو غیب پر دلالت کرتے ہیں۔

تفسیر خازن میں ہے، لکن اللہ یصطفی ویختار من رسلہ من یشاءُ فیطلعہٗ علی بعض علم الغیب۔ ترجمہ - لیکن اللہ انتخاب کر لیتا ہے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے اور اُس کو اطلاع دیتا ہے بعض علم غیب پر۔

تفسیر جمل میں ہے، المعنیٰ لکنّ اللہ یجتبی ان یصطفی من رسلہ من یشاء فیطلعہٗ علی الغیب یعنی یہ

[1] جلد اول صفحہ ۳۲۱ - مطبوعہ مصر علی الخازن۔

ہیں کہ اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے پس اُس کو مطلع کرتا ہے غیب پر۔
تفسیر کبیر میں ہے، فامّا معرفتُ ذالك علی سبیل الاعلام من الغیب فھو من خواص الانبیاء
ترجمہ۔ لیکن ان باتوں کا بطریق غیب پر مطلع ہونے کے جان لینا انبیاء کرام کی خصوصیت ہے۔
تفسیر رُوح البیان میں ہے، فاِنّ غیب الحقائق والاحوالِ لا ینکشفُ بلا واسطة الرسول یعنی حقائق اور احوال کے غیب رسول علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے واسطہ کے بغیر منکشف نہیں ہوتے۔
تفسیر جلالین میں ہے، فماکان اللہ لیطلعکم علی الغیب فتعرفوا المنافق قبل التمیز ولکن اللہ یجتبی و یختار من یشاء فیطلع علی غیبه کما اَطلعَ النّبیَّ علیه السّلام علی حال المنافقین. ترجمہ:۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ تمہیں علم غیب پر مطلع کر دیتے تو منافقین کو پہچان لیتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ چُن لیتا ہے اور غیب پر اختیار دے دیتا ہے۔ جسے چاہے۔ جیسا کہ اُس نے نبی علیہ السّلام پر منافقین کے حالات کو واضح کر دیا تھا۔
نوٹ۔ بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں بعض علم غیب کہا ہے تو اُن کے بعض سے خدا تعالیٰ کے علم غیب کے مقابلے میں بعض مراد ہے، نہ کہ مخلوق کے مقابلے میں علم ماکان ومایکون بھی خدا کے علم کا بعض ہے۔
آیت ۳۔ وانزل اللّٰہُ علیك الکتٰب والحکمة وعلمك مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیك عظیما
ترجمہ۔ اور اتاری ہے خدائے نے تجھ پر کتاب اور حکمت اور سکھائی تجھے (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ بات جو تو نہ جانتا تھا، اور ہے خدا تعالیٰ کا فضل تجھ پر بہت بڑا۔
جلالین میں علمك مالم تکن تعلم کے ضمن میں ہے، ای من الاحکام والغیب یعنی احکام اور علم غیب خازن میں ہے، یعنی من احکام الشرع وامور الدین وقیل علمك من علم الغیب مالم تکن تعلم وقیل معناہُ علمك من خفیات الامور واطلعك علی ضمائر القلوب وعلمك من احوال المنافقین وکیدھم، ترجمہ:۔ یعنی احکام شریعت اور امورِ دینیہ اور کہا جاتا ہے کہ آپ کو علمِ غیب سے واقف کر دیا گیا۔ جسے وہ پہلے نہ جانتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کو علوم کے معنی اور رازہائے قلوب حتیٰ کہ منافقین کے حالات و فریب سے بھی مطلع فرما دیا تھا۔
تفسیر حسینی میں اسی آیت کے ضمن میں ہے، آں علم ماکان ومایکون ہست، کہ حق سبحانہ در شب اسرا بداں حضرت عطا فرمود، چنانچہ در حدیث معراج ہست، کہ من در زیر عرش بودم، قطرۂ در حلق من ریختند فعلمتُ ماکان ومایکون ترجمہ۔ جو علم خدائے تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو شب معراج میں عطا فرمایا، وہ ماکان ومایکون کا علم ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا، کہ میں عرش کے نیچے تھا، کہ ایک قطرہ میرے حلق میں ڈالا پس میں نے گذشتہ اور آئندہ کے حالات معلوم کر لئے۔
مشکوٰۃ شریف باب المساجد میں ہے عن عبد الرحمن بن عائش، قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وآلہ وسلم رأیت ربی عزوجل فی احسن صورة قال فیما یختصم الملاء الاعلیٰ قلت انت اعلم قال

فوضع کفه بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدی فعلمت مافی السمٰوٰت والارض وتلا وکذلک نری ابراھیم ملکوت السمٰوات والارض ولیکون من الموقنین رواہ الدارمی مرسلاً" ترجمہ۔ عبدالرحمٰن بن عاش سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب عزوجل کو اچھی صورت میں دیکھا، رب نے فرمایا کہ ملائکہ کس بات میں جھگڑا کرتے ہیں، میں نے عرض کیا کہ تو ہی بہتر جانتا ہے، فرمایا سرورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر میرے رب عزوجل نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا، میں نے اس کے وصولِ فیض کی سردی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی، پس جان لیا میں نے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال کے مناسب آیت تلاوت فرمائی اور وہ یہ آیت ہے، وکذلک نری ابراھیم الخ یعنی اسی طرح دکھلائے ہم نے ابراہیم کو ملک آسمانوں اور زمینوں کے، تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہوجائیں، وضع کف مزید فضل، غایت تخصیص ایصال فیض، عنایت، کرم، تکریم اور انعام سے کنایہ ہے، اور سردی پانا حصول اثر فیض اور حصول علم سے کنایہ ہے، بشہد الحمد کہ اس حدیث سے آفتاب کی طرح ثابت ہوگیا کہ ہمارے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر چیز کا علم عطا ہوا، حدیث مذکورہ میں حرفِ مَا عمومیّت پر دال ہے، جیسے کہ یہ حرف لہٗ مافی السمٰوات ومافی الارض میں عمومیت پر دال ہے، مگر بعطاءِ الٰہی جل وعلیٰ نہ کہ بالذات، حدیث مذکورہ قولہ تعالیٰ لقد رای من ایات ربہ الکبریٰ کے مطابق و موافق ہے، اور اس کی تائید حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں (جلد اول ص۴۶۳)

فعلمت ای بسبب وصول ذلک الفیض مافی السمٰوات والارض یعنی ما اعلمہ اللہ تعالیٰ مما فیھما من الملٰئکۃ والاشجار وغیرھا عبارۃ عن سعۃ علمہ الذی فتح اللہ بہ علیہ وقال ابن حجر ای جمیع الکائنات التی فی السمٰوات بل مافوقھا کما یستفاد من قصۃ المعراج والارض ھی بمعنی الجنس ای وجمیع ما فی الارضین السبع بل وما تحتھما کما افادہ اخبارہ علیہ السّلام عن الثور والحوت الذین علیھما الارضون کلھا یعنی ان اللہ اراہ ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ملکوت السمٰوات والارض وکشف لہٗ ذلک وفتح علی ابواب الغیوب الحاصل اس فیض کے حصول سے میں نے وہ سب کچھ جان لیا جو آسمانوں اور زمین میں ہے، یعنی جو کچھ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے تعلیم فرمایا اُن چیزوں میں سے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں ملائکہ اور اشجار وغیرہما سے، اس سے حضور صلعم کے وسعت علم سے مراد ہے، جو خدا تعالیٰ نے حضرت پر کھول دیا، علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ مافی السمٰوات سے آسمانوں بلکہ اُن سے بھی اُوپر کی تمام کائنات کا علم مراد ہے، جیساکہ قصہ معراج سے مستفاد ہے، اور ارض بمعنی جنس ہے، یعنی وہ تمام چیزیں جو ساتوں زمینوں بلکہ ان سے بھی نیچے ہیں، سب معلوم ہوگئیں، جیساکہ حضورؐ کا ثور (بیل) اور حوت (مچھلی) کی خبر دینا جن پر سب زمینیں ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو آسمانوں اور زمینوں کے ملک دکھائے، اور اُس کو ان کے لئے کشف فرمایا، اور مجھ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیبوں کے دروازے کھول دیئے، اور ایسا ہی شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "اشعۃ اللمعات" میں فرمایا ہے، کہ زمین وآسمان

۱؎ لفظ ید متشابہات سے ہے جس کی کیفیت مجہول ہے ۲؎ مطبوعہ کلکتہ ص۲۶۲-۲۶۳)۔

کے علوم اور ان پر احاطہ کرنا بھی تحریر ہے، اور مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ ص۲ میں بروایت معاذ بن جبلؓ ایک حدیث میں یہ الفاظ مروی ہیں، آنحضرت فرماتے ہیں، فاذا انا بربی تبارك وتعالیٰ فی احسن صورت فقال یا محمد قلت لبیك رب فیما یختصم الملاء الاعلیٰ قلت لا ادری قالها ثلثا قال فرایت وضع کفه بین کتفی حتی وجدت برد انامله بین ثدیی فتجلی لی کل شیئ و عرفت - ترجمہ - پس ناگاہ میں اپنے پروردگار کے ساتھ ہوں اچھی صورت میں، پروردگار نے فرمایا، یا محمدؐ، عرض کی میں نے حاضر ہوں یا پروردگار، خدا نے فرمایا، کہ ملاء اعلیٰ کس بات میں جھگڑتے ہیں، میں نے عرض کیا، میں نہیں جانتا، یہ امر تین مرتبہ دریافت فرمایا، پھر میں نے دیکھا کہ خدا نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا یہانتک کہ مجھے اس کے پوروں کی سردی اپنی دونوچھاتیوں کے درمیان معلوم ہوئی پس مجھ پر ہر چیز ظاہر ہوگئی اور میں نے سب کچھ پہچان لیا۔

اور کتاب الکلمۃ العلیا کے ص۱۲ پر مشکوٰۃ شریف کے باب المعجزات سے ایک حدیث بروایت ابی جریرؓ رضی اللہ عنہ منقول ہے کہ ایک بھیڑیا کسی گڈریئے کی طرف آیا، اور ریوڑ میں سے ایک بکری پکڑلی گڈریئے نے تعاقب کرکے بکری کو چھڑالیا، (ابوہریرہ کہتے ہیں کہ) بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ کر بیٹھ گیا، اپنی دم دونوں ٹانگوں کے درمیان کرکے کہنے لگا، کہ اللہ تعالیٰ جو رزق مجھے دیا تھا، وہ تونے مجھ سے لے لیا گڈریئے نے تعجب سے کہا، واللہ میں نے آج تک کوئی بھیڑیا کلام کرتے نہیں دیکھا بھیڑیے نے کہا، اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز ایک شخص کا حال ہے، جو دو سنگستانوں کے درمیان کھجور کے درختوں یعنی مدینہ میں ہے، وہ شخص گذشتہ اور آئندہ دنیا اور عقبیٰ کی سب خبریں دیتا ہے، وہ گڈریا یہودی تھا، یہ واقعہ دیکھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اور حضورؐ کو اس تمام واقعہ کی خبر دی، اور اسلام لایا، حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی خبروں کی تصدیق کی، سبحان اللہ کہ جانور تو حضور صلعم کو عالم ماکان وماھوکائن جانیں مگر انسان اس بارے میں متذبذب رہیں یا انکار کریں، علامہ علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۵ ص۲۷۵ میں یخبرکم بما مضی وماھوکائن کی شرح یوں کرتے ہیں، یخبرکم بما مضی اے بما سبق من خبر الاولین ومن قبلکم وماھوکائن بعد کم ای من نبئی الاخرین فی الدنیا ومن احوال الاجمعین فی العقبے، اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گذشتہ اور آئندہ واقعات دنیا اور عقبیٰ کی خبر دیتے ہیں۔

آیت ۴ - وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ، اس آیت میں استثناء متصل ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے خاص علم میں سے انبیائے کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام بقدر ما یشاء احاطہ کر سکتے ہیں، شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ "اشعۃ اللمعات" میں فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عائش نے آپ سے روایت کی، فعلمت ما فی السموات والارض پس دانستم ہرچہ در آسمانہا و در زمین بود عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی و کلی و احاطہ آنہا و خواند آنحضرتؐ مناسب ایں حال و بقصد استشہاد بر امکان آن ایں آیت را وکذلك نری ابراھیم ملکوت السمٰوات والارض و ہمچنیں نمودیم ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام را ملکِ عظیم تمامہ آسمانہا و زمین را لیکون من الموقنین تاکہ گردد ابراہیمؑ از یقین کنندگان بوجوہ ذات و صفات و توحید و اہل تحقیق گفتہ اند، کہ

ص۱ مطبوعہ کلکتہ ص۲۶۲-۲۶۳۔

تفاوت است درمیان ایں دو روایت، زیراکہ خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ملک آسمان و زمین را دید و حبیب ہرچہ
درزمین و آسمان بود حالی از ذوات وصفات وظواہر و بواطن ہمہ را دید، وخلیل حاصل مراد ایقین بوجوب ذاتی و
وحدت حق بحد از دیدن ملکوت آسمان و زمین چنانکہ حال اہل استدلال و ارباب سلوک ومحبان وطالبان می باشد
وحبیب حاصل شد مراد ایقین ووصول الی اللہ اول پس ازاں دانست عالم را وحقائق آں راچنانکہ شان مجذوبان
ومحبوبان ومطلوبان است، واول موافق است بقول ما رآیت شیئًا الا رأیت اللہ قبلہ وشتان ما بین علماء
علامہ طیبی اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں، والمعنی انہ کما رای ابراھیم ملکوت السموات والارض
کذلك فتح علی ابواب الغیوب حتّٰی علمت ما فیھا من الذوات والصفات والظواھر والمغیبات
الکلمۃ العلیا صفحہ ۱۰-۱۱-

آیت ۵ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ یعنی سکھادیا آدمی کو جو کہ وہ نہ جانتا تھا تفسیر فتح العزیز میں
حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں۔ "خبر صادق کہ از انبیائے نوع خود محسوسات
ومعقولات آنہا را شنیدہ باور کنند و در دریافت مطالب بکار برد، وچوں مخبر از بنی نوع بر در رنگ ایں کس در دام
حواس وعقل گرفتار است، چیز ہائیکہ از حد حواس وعقل بالاتر است، خارج از خطاء انسانی ماند آں را بانزال وحی
تعلیم فرمودند کہ وحی علم الٰہی بتوسط ملائکہ عظام بنوع انسان برسد وبکار بیاید، والہام وکشف ونہفت وہوالف وتمثل امور
غیبیہ کہ عرفاء واولیاء را بتوسط ارواح انبیاء علیہم السلام وطفیل اقتدائے آنہا حاصل می شود، ہمہ از توابع وحی است
ترجمہ۔ سچی خبر جو اپنے قسم محسوسات ومعقولات کو آدمی سن کر باور کرے، اور ان کے مطالب پانے میں کاربند ہو، اور
جب خبر دینے والا انسان اسی رنگ میں . . . عقل اور حواس کے دام میں گرفتار ہے، وہ چیزیں جو حد عقل اور
حواس کی قسم سے بالاتر ہیں، جو خطائے انسانی سے خارج ہو اس کی مانند انزال وحی سے تعلیم فرماتے ہیں، کیونکہ وحی
الٰہی ملائکہ عظام کے وسیلہ سے نوع انسان تک پہنچتی ہے، اور اس پر عمل کیا جاتا ہے، اور الہام، کشف اور ہتف و
ہوالف اور ان کی مانند دوسرے امور غیبی جو کہ عارفوں اور اولیاء کو ارواح انبیاء علیہم السلام کے توسط سے ان کی
اقتدا کی بدولت حاصل ہوتے ہیں، سبھی وحی کے تابع ہیں پس جب اولیاء اللہ کو امور غیبیہ پر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
کے وسیلے سے آگاہ کیا جاتا ہے، تو انبیائے کرام کی غیب دانی میں کیا اشتباہ ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کے علم سے بعض علم
کو اپنے بعض پر قیاس کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسعت علمی سے انکار کے مترادف ہے، کیونکہ ہمارے علم کا
بعض خدائی علم کے بعض سے کوئی نسبت نہیں رکھتا، ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک!

بخاری شریف باب کتاب التفسیر آیت فلما جاوزا قال لفتاہ آتنا غداءنا لقد لقینا من سفرنا ھذا
نصبا کے ضمن میں ہے حدثنا ابی بن کعب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال قام موسٰی خطیبًا
فی بنی اسرائیل فقیل لھا ای الناس اعلم فقال انا فعتب علیہ اذ لم یرد العلم الیہ واوحی علی عبد من عبادی
بلی عبد من عبادی لمجمع البحرین ھو اعلم منك قال ای رب کیف السبیل الیہ قال تاخذ حوتًا الخ۔

قَالَ فَسَلَّمَ اِلَیہ موسٰی وانّی بارضك السّلام فقال انا موسٰی فقال موسٰی بنی اسرائیل قال نعم قال هل اتبعك علی ان تعلمنی مما علمت رشدا قال له الخضر یا موسٰی انّك علی علم من علم الله علمکه الله لا اعلمهٗ وانّی علی علم من علم اللهِ علمنیهُ الله لا تعلمهٗ قال فان اتبعتنی فلا تسئلنی عن شیٔ حتی احدث لك منه ذکرا فانطلقا یمشیان علی الساحل فمرت بهما سفینة فعرف الخضر فحملوهم فی سفینتهم بغیر نول یقول بغیر اجر فرکبا السفینة قال ووقع العصفور علی حرف السفینة فغمس منقاره البحر فقال الخضر لموسٰی ما علمك وعلمی وعلم الخلائق فی علم الله الا مقدار ما غمس هذا العصفور منقاره ٰ[۱]۔

ترجمہ ـ پس سلام کرد بر آں مرد موسٰیؑ، گفت کجاست زمینے کہ تو ئی سلام، پس گفت منم موسٰیؑ گفت آن مرد موسٰیؑ بنی اسرائیل ہستی، گفت موسٰیؑ آرے، ہمراہی کنم ترا برین کہ بیاموزی مرا از آنچہ دانندہ شدہ رشد را گفت موسٰیؑ را خضر علیہ السّلام، ای موسٰی تو بر علم رسوخ داری از معلومات خدا کہ تعلیم کردہ خدا ترا آن علم کہ نمے دانم آن را ومن راسخ بر علم از علوم خدائم کہ تعلیم کردہ مرا آن علم نمے دانی تو آن را، گفت موسٰی تبعیت می کنم ترا، گفت خضر اگر متابعت می کنی مرا پس سوال مکن مرا از چیزے، تا آنکہ من حدیث کنم، وبگویم ترا ازان چیز ذکرے، پس رفتند ہر دو وحالیکہ گام می زنند بر کنار دریا، پس گذشت بہ ہر دو کشتی، پس شناختہ شد خضر علیہ السّلام پس برداشتند ایشان را بے مزد تفسیر کردہ راوی نول را بغیر اجر، پس سوار شدند بر کشتی، گفت وافتاد گنجشکے بر کنارِ کشتی پس فرو برد منقار خود در دریا پس گفت خضر اے موسٰی نیست دانائی تو ودانائی من ودانائی ہمہ آفریدگان درجنب علم خدا مگر مقدار فرو بردن ایں گنجشک منقار خود را۔

اس سے معلوم ہوا کہ علم الٰہی کی وسعت کو کوئی نہیں پاسکتا جب ہم دعوٰی کرتے ہیں، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو علم ماکان ومایکون حاصل تھا، تو اس سے ہماری مراد یہ اور صرف یہ ہے کہ جملہ مخلوقات کے مجموعی علوم سے آپ کا علم زیادہ تھا، جس کا اندازہ خدائے تعالیٰ کے بغیر کسی کو معلوم نہیں، مگر وہ آپ کا سب علم خدا کے علم کا بعض تھا، جس کی مثال اوپر گذر چکی ہے، یعنی اتنا جتنا چڑیا کی چونچ کا تر ہونا، بہ مقابلہ بحر ذخار کے، معلوم نہیں کہ منکرین حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی وسعت علمی سے اتنی کد کیوں رکھتے ہیں، اور اس کو اپنے پیمانوں سے ماپنے کی فضول کوشش کر کے خسرانَ الدنیا والاٰخرہ کے مستوجب کیوں بنتے ہیں، نیز مفصلہ بالا عبارات کی موجودگی میں اہل سنت والجماعت کے صحیح عقیدہ سے انحراف کرنے میں کیا حکمت جانتے ہیں۔

آیت ۱۶ ـ وَالسَّلَامُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا، اور سلام خدا تعالیٰ کا ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور اس دن بھی کہ مروں میں اور اس دن کہ پھر اٹھوں میں جیتا یعنی قیامت تک ہمیشہ ہمیشہ مجھ پر سلام رہے، اور حضرت یحیٰی علیہ السّلام کے بارہ میں ہے والسّلام علیہ یَوْمَ وُلِدَ وَیَوْمَ یَمُوْتُ وَیَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا حضرت عیسٰی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے تو اپنی سلامتی کی خبر دیدی، کہ پیدائش کے وقت مجھ پر سلامتی ہے، دنیا سے

[۱] الحدیث تحصیل القاری شرح صحیح بخاری ج ۴ ـ مصنفہ محدث نور الحق ابن شیخ عبد الحق دہلوی مطبوعہ مطبع علوی لکھنوی صفحہ ۴۴۲ ـ ۴۴۳۔

انتقال کرتے وقت بھی اور قیامت کے دن بھی اور اسی طرح حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق بھی ابتدائی حالت اوسط وانتہا میں سلامت رہنے کی خبر دی گئی' ان آیات کی موجودگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بدظنی بے معنی ہے' کہ آپ کو اپنے خاتمہ کی بھی خبر نہ تھی' منکرین آیت ما ادری ما یفعل بی کو آپ کے عدم علم کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں' حالانکہ یہ آیت منسوخ ہے' جب وہ شیطان کے علم کو نص قطعی سے صحیح مانتے اور حضورؐ کے علم قطعی سے انکار کرتے ہیں' اور خدا تعالیٰ کے مطلع کرنے سے بھی غیب کے علم پر اعتقاد کرنے کو شرک قرار دیتے ہیں' تو اس حالت میں ان کا ایمان شیطان لعین پر ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نہیں' وما ادری کے متعلق مفصل بحث ہم منکرین کے اعتراضات کے جواب میں کریں گے انشاء۔

آیت ۱۷ ۔ فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ' ترجمہ پس ہم نے وحی کی اپنے بندے پر جیسے حق تھا' اس آیت میں وحی کی عظمت وشان کا بیان ہے' ایک قول ہے' کہ نمازوں کے متعلق وحی تھی' بعض کہتے ہیں کہ وحی یہ تھی' کہ بہشت نبیوں پر اُس وقت تک جب تک آپ اُس میں قدم نہ رکھیں' حرام ہے' اور دیگر امتوں پر بھی جبتک آپ کی امت اس میں داخل نہ ہو حرام ہے' مگر حقیقت یہ ہے کہ وحی اسرار وحقائق اور ان معارف سے متعلق تھی' جن کے سوائے خدا اور اُس کے رسولؐ کے اور کوئی نہیں جانتا' اور آیت وکان فضل الله علیك عظیما کی تفسیر میں نیشاپوری میں ہے' کہ علم کی شرافت دے کر خدا نے آپ کو بزرگ فرمایا' اور اس کے مقابلے میں دنیا کو قلیل کہا' بعض مفسرین کہتے ہیں' کہ اس میں احکامِ شرع کے متعلق اشارہ ہے' اور اکثر تفاسیر میں ہے' کہ اس سے وہ علم غیب مراد ہے جس سے منافقین کے حالات' پوشیدہ باتیں اور دلوں کے بھید آپ پر آئینہ ہو گئے' اور متعدد تفاسیر میں ہے' کہ اس سے وہ تعلیم مراد ہے' جس سے آپ کو احکام شرع' امورِ دین اور علوم غیبیہ کا حصول ہوا' اور تفسیر زاہدی میں ہے' کہ فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ سے مراد وہ کلام ہے جو خدائے تعالیٰ نے اول سے آخر تک آپ سے کیا' اور جس کے جاننے سے جملہ مخلوقات مع انبیاء ورسل کے عاجز ہے ۔

تفسیر رُوح البیان میں ہے' کہ آپ کا علم جمیع معلومات غیبیہ ملکوتیہ کو محیط ہو گیا' جیسا کہ حدیث بحث ملائکہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا' کہ حق تعالیٰ نے اپنا کفِ قدرت میرے شانوں پر رکھا جس کی سردی میرے پستانوں تک پہنچی' پس میں نے اولین وآخرین کے علم کو جان لیا' اور ایک روایت میں ہے' کہ علم ہر اُس چیز کا جو ہو چکی اور ہو گی اور محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں ۔

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو کچھ جبروت اور لاہوت سے کشف کیا گیا' اور جو کچھ عجائب ملکوت سے آپ نے مشاہدہ فرمایا' وہ بیان نہیں کیا جا سکتا' بلکہ اُس کا ایک ادنیٰ جزو بھی سننے کا تحمل عقل وفہم انسانی میں نہیں' اس لئے رمز' اشارہ اور کنایہ سے جو دلیل تعظیم ہے' بیان فرمایا' فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ' آہ پس قرآن مجید اور معتبر تفاسیر سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی کثرت ووسعت بمقابلہ جمیع مخلوقات متحقق ہوئی' منکرین کے اس خیال خام سے اُن کے دل کی بیماری کا اظہار ہوتا ہے' کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم محیط کائنات نہیں' اور ابلیس کا علم محیط ہے' نعوذ باللہ من ہذا الخرافات ۔

بیضاوی کے حاشیہ شہاب میں آیت واعلم ما تبدون وما کنتم تکتمون کے نیچے چلپی سے نقل کر کے لکھتا ہے

کہ اللہ تعالیٰ کے معلومات بے نہایت یعنی وراء الوریٰ ہیں' آسمانوں اور زمینوں کے غیب نیز وہ چیز جو فرشتے ظاہر کرتے اور چھپاتے ہیں' خدا کے علوم سے ایک قطرہ ہیں' اور عقیدہ شرح قصیدہ بردہ شریف میں حضرت علامہ خربوتی من علومک علم اللوح والقلم کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ لوح محفوظ کیسی ہے ؟ -

وقد جعل اللہ لہ ثلاثمائۃ وستین سنا کل سن یعرب عن ثلاثمائۃ وستین صنفاً من العلوم الاجمالیۃ فیفصلہا فی اللوح' قال شیخ مُحی الدین ابن عربی اعلم ان اللہ تعالیٰ لما تجلی للقلم اشتق منہُ موجود آخر سماہ اللوح وامر القلم ان یتدلی الیہ ویودع فیہ جمیع مایکون الی یوم القیامۃ انتہیٰ وقال الشعرانی فی کتاب الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر فان قلت فہل اطلع احد من الاولیاء علی عدد الحوادث التی کتبہا القلم علی اللوح الی یوم القیامۃ فالجواب قال الشیخ فی الباب الثامن والستین بعد المائۃ من الفتوحات المکیۃ نعم انا ممن اطلعہُ اللہ تعالیٰ علیٰ ذلک وقال الشیخ اطلعنی اللہ علی عدد امہات علوم ام الکتاب وھو مائۃ الف نوع وتسعۃ وعشرون الف نوعٍ وستمائۃ نوع کل نوع منہا یحتوی علیٰ علومٍ انتہی الیٰ قولہ ان اللہ اطلعہ علیہ السلام علی ماکتب القلم فی اللوح المحفوظ وزادہ ایضاً لان اللوح والقلم متناہیان فمافیہا متناہ ویجوز احاطۃ المتناہی بالمتناہی وقال الشیخ زادہ ھذا علی قدر فہمک واما من اکتحلت عین بصیرتہ بالنور الالٰہی فیشاہد بالذوق ان علوم اللوح والقلم جزء من علومہ کما ہی جزء من علم اللہ تعالیٰ ۔

ترجمہ ۔ تحقیق خدا نے لوح محفوظ کے تین سو ساٹھ دندانے بنائے' اور ہر ایک دندانے میں تین سو ساٹھ اقسام کے علوم اجمالی ہیں' اور لوح محفوظ میں ان کی تفصیل کی گئی ہے' حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے قلم کے لئے تجلی فرمائی' تو اس سے دوسری چیز مشتق ہو گئی' اس کا نام لوح محفوظ رکھا' اور قلم کو حکم دیا کہ جو کچھ تیرے پاس ہے لوح کے سپرد کیا جائے' یعنی وہ سب کچھ جو قیامت تک ہونے والا ہے' اور امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب یواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر میں فرمایا کہ آیا خدا تعالیٰ نے ان امور پر جو قلم نے لوح پر لکھے' کسی کو مطلع فرمایا ہے یا نہیں' اس کا جواب شیخ اکبر نے فتوحات مکیہ کے ایک سو اڑسٹھویں باب میں دیا ہے' وہ فرماتے ہیں' کہ مجھے ان امور کے متعلق اطلاع دی گئی' نیز فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے امہات علوم ام الکتاب کے تعداد معلومات کی اطلاع دی' اور ان علوم کے ایک لاکھ ستائیس ہزار اقسام ہیں' اور ان اقسام میں سے ہر ایک قسم متعدد علوم پر حاوی ہے' الیٰ قولہ ۔

حق تبارک وتعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو ان علوم سے جو قلم نے لوح پر لکھے مطلع فرمایا' لوح وقلم متناہی ہیں' اور جو کچھ ان میں ہے' وہ بھی متناہی ہے' اور متناہی پر متناہی کا محیط ہونا جائز ہے' شیخ علیہ الرحمۃ نے کہا کہ یہ زیادتی جو آپ کے علوم کے متعلق مذکور ہوئی یہ تیری سمجھ کے اندازے پر ذکر کی گئی' ورنہ آپ کے علوم کثرت وسعت کے لحاظ سے احاطۂ فہم وادراک سے باہر ہیں' اور جس کی چشم بصیرت انوار الٰہی سے منور ہوئی ہے وہ اپنے ذوق سے مشاہدہ کرتا ہے کہ لوح قلم کے علوم حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے علوم کا ایک جزء ہیں' جیسا کہ وہ علوم الٰہی کا ایک جزء ہیں ۔

قصیدہ بردہ شریف کی شرح میں علامہ محمد صادق ومن علومك علم اللوح والقلم کے ضمن میں فرماتے ہیں، کہ علم تو محیط بجمیع اشیاء، آنچہ بر صفحۂ لوح محفوظ از زبان قلم رسیدہ الی قولہ ومراد از لوح لوح محفوظ کہ قلم اعلیٰ بحکم قادر مختار نقش بر است جمیع مخلوقات را در آں ثبت کردہ ومصون از تغییر وتبدیل اور فاوحی الی عبدہٖ ما اوحی کے متعلق تفسیر نیشاپوری اور روح البیان وتاویلات ابوالمنصور ماتری وغیرہا سے منقول ہوچکا ہے، کہ آپ کو علم قیامت بہ تعلیم الٰہی حاصل تھا، مگر آپ اس کے کتمان پر مامور تھے، اور کیوں نہ ہو کہ آخر آیت سورۂ لقمان میں اسم خبیر مذکور ہے، جس کے معنے خبر دہندہ بھی ہیں، نیز جب قرآن وحدیث سے دیگر چاروں امور ثابت ہیں تو پانچویں کی نفی کیونکر ہو سکتی ہے، ہاں ذاتی علم غیب کی نفی پر ہمارا ایمان ہے، اور ایسا ہی علم غیب بہ عطائے الٰہی پر بھی ایمان ہے، اگر آیات نفی واثبات میں توفیق وتطبیق کا لحاظ نہ ہو، تو آیات میں مخالفت اور مجادلہ لازم آتا ہے، جو کسی طرح جائز نہیں ہے، اور منکرین آیات اثبات علم غیب سے انکار کر کے یؤمنون بہ بعض الکتاب ویکفرون ببعض کا مصداق ہوتے جاتے ہیں۔

آیت ۸ - مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیْءٍ ۔ تفسیر عرائس البیان میں ہے، اس آیت کے تحت میں لکھا ہے ای ما فرطنا فی الکتاب ذکر احد من الخلق لکن لا یبصر ذکرہ فی الکتاب الا المؤیدون بانوار المعرفتہ یعنی اس کتاب میں مخلوقات میں سے کسی کا ذکر نہیں چھوڑا، مگر اس کو کوئی اس آدمی کے سوا نہیں دیکھ سکتا جس کی تائید انوار معرفت سے کی گئی ہو، انوار التنزیل میں ہے، یعنی اللوح المحفوظ فانہ مشتمل علی ما یجری فی العالم من جلیل ودقیق لم فیہ امر حیوان والاجماد کتاب سے لوح محفوظ عبارت ہے، اور ان حالات پر مشتمل ہے، جو دنیا میں ہوتے ہیں، خواہ بہت بین یا باریک، اور اس میں حیوان وجماد کا ذکر نہیں چھوڑ گیا، خازن میں ہے، ان القرآن مشتمل علی جمیع الاحوال اب کتاب سے اگر مراد قرآن شریف لیں تو بھی اور اگر لوح محفوظ لیں تو بھی اس امر پر یقین کرنا پڑیگا کہ کوئی چیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے خارج نہیں، وَلَا رَطْبٍ وَلَا یَابِسٍ اِلَّا فِی کِتَابٍ مُبِینٍ یہاں بھی کتاب مبین سے مراد یا قرآن مجید ہے، یا لوح محفوظ اور رطب ویابس سے مراد ماضی ومستقبل کے واقعات یا مقدورات کونیہ مراد ہیں اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسعت علم سے انکار نہیں کیا جا سکتا، اگر کوئی معترض اعتراض کرے کہ قرآن مجید تو ہمارے سامنے موجود ہے، پھر ہم کیوں مقدورات کونیہ سے آگاہ نہیں تو اس کے جواب میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھ دینا کافی ہے :-

جمیع العلم فی القرآن لٰکن ۔۔۔ تقاصر عنہ افہام الرجال

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق قصور فہم کا گمان ہی نہیں ہے۔

آیت ۹ - وَمَا هُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ (اور وہ خبر غیب دینے میں بخیل نہیں)، خازن میں ہے، یقول انہ علیہ السلام یاتیہ علم الغیب فلا یبخل بہ علیکم بل یعلمکم یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس غیب آتا ہے، اور وہ اُس میں تم پر بخل نہیں کرتے بلکہ بتاتے ہیں، اور یہ امر اُسی وقت ممکن ہے، جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب حاصل ہو، اور آپ لوگوں کو اس سے مطلع فرماتے ہوں۔

ویکون الرسول علیکم شھیدا' خازن میں ہے' ثم یوتی بمحمد علیہ السلام فیسألہ عن حال امتہ فیکیھم ویشھد بصدقھم' یعنی قیامت کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلایا جائیگا' پھر خدائے تعالیٰ آپ سے آپ کی امت کا حال پوچھیگا' پھر آپ ان صفائی اور سچائی کی گواہی دیں گے' اور ایسا ہی تفسیر مدارک میں بھی ہے تفسیر عزیزی میں ہے' کہ رسول علیہ السلام مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ' وحقیقت ایمان او چیست' وحجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است' پس او می شناسد گناہان شمارا واخلاص ونفاق شمارا لہذا شہادت او در دنیا و آخرت بحکم شرع در حق امت مقبول واجب العمل است' یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور نبوت کی مدد سے اپنے دین میں ہر متدین کے رتبے سے اطلاع رکھتے ہیں' نیز وہ جانتے ہیں کہ میرے دین میں وہ کہاں تک پہنچا اور اُس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے' اور وہ کونسا حجاب ہے' جس کی بدولت وہ ترقی سے محروم رہا' پس آپؐ تمہارے گناہوں اور اخلاص ونفاق کو پہچانتے ہیں' اسلئے آپ کی شہادت دینا اور عقبیٰ میں امت کے حق میں شرعاً مقبول اور واجب العمل ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے' کہ حق تبارک وتعالیٰ نے آپ کو علم غیب عطا کیا' ایسی نصوص اور دلائل ونصح کے باوجود اس سے انکار کرنا محرومیٔ ایمان کی علامت ہے' خدا اس سے بچائے۔

تفسیر عزیزی میں مذکورہ عبارت کے آگے مندرج ہے' آنچہ فضائل ومناقب حاضران زمان خود مثل صحابہ وازواج واہل بیت یا غائبان از زمان خود مثل ادریس ومہدی ومقتول دجال یا از مصائب ومثالب حاضراں وغائباں مے فرمایند' اعتقاد برآں واجب است' وازین است کہ در روایات آمدہ کہ ہر نبی را بر اعمال امتان خود مطلع سازند کہ فلانے امروز چنیں میکند وفلانے چناں' تا روز قیامت ادائے شہادت تواں کرد۔

اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کچھ اپنے زمانے میں موجودہ لوگوں کے فضائل ومناقب مثلاً صحابہ' ازواج اور اہل بیت کے متعلق یا اُن لوگوں کے متعلق جو آپ کے زمانے میں نہیں' مثلاً ادریس' مہدی یا مقتول دجال وغیرہ فرماتے ہیں' یا اپنے زمانے میں موجود یا غائب لوگوں کی بُرائیاں بیان فرماتے ہیں' تو اُس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے' اسی بنا پر روایات میں آیا ہے' کہ ہر نبی کو اُس کی امت کے احوال سے مطلع کرتے ہیں' کہ فلاں آج یہ اور فلاں وہ کام کرتا ہے' تاکہ قیامت کے دن وہ اپنی امت پر گواہی دے سکے۔

اگرچہ کلام الہیٰ میں اور بھی متعدد آیات ایسی ہیں' جو علم غیب کے ثبوت میں پیش کی جاسکتی ہیں' مگر ہم انہیں پر اکتفا کرتے ہیں' کیونکہ اہل ایمان کی تشفی اور قلبی طمانیت کے لئے تو ایک آیت کا درج کردینا بھی کافی ہے' مگر ہم نے منکرین پر اتمام حجت کے لئے اس قدر آیات درج کی ہیں' اور عین ممکن ہے' کہ ان میں سے کوئی اہل انصاف خالی الذہن ہو کر ان پر غور وخوض کرے' اور بتائید ایزدی دولت وایمان وایقان سے مالا مال ہو' لیکن جس نے بصیرت کی آنکھوں پر جہالت اور تعصب کی پٹی باندھ رکھی ہے' اس کے لئے اطمینان کا کوئی طریقہ نہیں' اب ہم اپنے دعوے کے مزید ثبوت کے لئے ذیل میں چند احادیث بھی درج کرتے ہیں' اور ناظرین سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ ان سے سرمایۂ حسن یقین حاصل کریں گے۔

(۱) حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت

کرتے ہیں، اور طبرانی میں حضرت ابو الدرداء سے مروی ہے لَقَدْ ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما یحرک طائر جناحیہ اِلَّا ذکر لنا منہ علماء یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اس حال میں چھوڑا، اور کوئی پرندہ اپنے پر نہیں ہلاتا، مگر اُس کا علم ذکر ہم سے فرما دیا (اور اس کا علم ہمیں بتا دیا) اس میں یہ تردد لاحق ہوتا ہے:-

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دن قیامت تک کے سب حالات بتائے، یہ کیونکر ممکن ہے کیونکہ ایک دن وسعت نہیں رکھتا، کہ اُس میں اتنا بڑا کام سر انجام ہو سکے، اس کے جواب میں ہم عمدۃ القاری شرح بخاری کی عبارت نقل کرتے ہیں، دلالۃٌ علیٰ انّہٗ اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات مِنْ ابتدائہا الی انتہائہا و فی ایراد ذلک کلہ فی مجلس واحد امر عظیمٌ من خوارق العادۃ کیف وقد اعطی مع ذالک جوامع الکلم، یعنی اس حدیث میں اس امر پر دلالت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں مخلوقات کے ابتداء سے لے کر انتہا تک جملہ حالات کی خبر دی اور ایک ہی مجلس میں سب حالات کا بیان فرما دینا ایک بڑا معجزہ ہے، اور کیوں نہ ہو، جبکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حق تعالیٰ نے جوامع الکلم عطا فرمائے، جیسا کہ داؤد علیہ السلام کو معمولی وقفے میں تمام زبور پڑھنے کی طاقت عطا کی گئی تھی، مشکوٰۃ المصابیح باب بدء الخلق وذکر الانبیاء علیہم السلام صـ۵۰۸ـ میں ہے:-

عن ابی ھریرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خفف علیٰ داؤد القرآن فکان یامر بدوابہ فتسرج فیقراء القرآن قبل ان تسرج دوابہ، یعنی حضرت داؤد علیہ السلام قرآن (زبور) پڑھنا آسان کیا گیا تھا، پس وہ اپنے گھوڑوں پر زین کسنے کا حکم دیتے، اور آپ زین کسے جانے سے پہلے زبور ختم کر لیتے، اس حدیث کے تحت میں مظاہر الحق جلد چہارم صـ۴۸۹ـ میں ہے، کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے زمانہ کو طی و بسط کرتا ہے، یعنی کبھی زیادہ زمانہ تھوڑا اور کبھی تھوڑا زمانہ زیادہ ہو جاتا ہے، سیدنا حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی منقول ہے، کہ ایک رکاب میں پاؤں رکھتے اور قرآن مجید پڑھنا شروع کر دیتے اور دوسری رکاب میں پاؤں آنے تک ختم کر لیتے۔ (۲) عن عبد اللہ بن عمروؓ قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفی یدیہ کتابان فقال اتدرون ماھذان الکتابان قلنا لا یا رسول اللہ الا ان تخبرنا فقال للذی فی یدہ الیمنی ھذا کتابٌ من رب العلمین فیہ اسماء اھل الجنۃ واسماء اٰبائھم وقبائلھم ثم اجمل علیٰ اٰخرھم فلا یزاد فیھم ولا ینقص منھم ابداً ثم قال للذی فی شمالہٖ ھذا کتابٌ من رب العلمین فیہ اسماء اھل النار واسماء اٰبائھم وقبائلھم ثُمّ اجمل علیٰ اٰخرھم فلا یزاد فیھم ولا ینقص منھم ابداً (مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان باب الایمان بالقدر فصل ثانی حدیث سوم، مطبوعہ گلزار محمدی پریس لاہور):-

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، کہ آپ ہماری طرف اپنے ہاتھوں میں دو کتابیں لئے ہوئے تشریف فرما ہوئے، اور فرمانے لگے کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کتابیں کیا ہیں، ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نہیں جانتے، مگر یہ کہ آپ ہمیں خبر دیں، پس فرمایا کہ یہ کتاب جو ہمارے دائیں ہاتھ میں

ہے' یہ رب العالمین کی طرف سے ہے' اس میں اہل بہشت ان کے والدین اور قبائل کے نام ہیں' پھر ان میں سے آخری نام پر حساب مجمل کیا گیا' (کہ تمام جنتی اتنے ہوئے) پس ان میں کمی بیشی نہ کی جائے گی' پھر فرمایا جو کتاب بائیں ہاتھ میں ہے' یہ بھی رب العالمین کی طرف سے ہے' اس میں اہل دوزخ معہ ولدیت وقبیلہ درج ہیں' پھر ان میں سے آخر والے پر حساب مجمل کیا گیا (کہ تمام دوزخی اتنے ہوتے ہیں) پس ان میں بالکل کمی بیشی نہ کی جائے گی' الی آخرہ' رواہ ترمذی۔ اس کی شرح میں شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ محدث ومحقق دہلوی' اشعۃ اللمعات (جلد اول ص۱۰۱ مطبوعہ نولکشور) میں فرماتے ہیں' کہ کشف کردہ شد برآں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت ایں امر ومطلع شد براں چنانکہ شد وخفائے نماند ودرآں تمثیل وتصویر کرد معنی حاصل درقلب شریف بچیزیکہ گویا در دست اوست وحالانکہ درخارج کتابے نیست ونوشتہ نہ واہل باطن وارباب مکاشفہ گویند کہ وجود کتاب حق است ومحمول برحقیقت بے شائبہ مجاز وتاویل۔

(۳) قال اللّٰہ انشاء اللہ غلاماً یکون فی حجرک (مشکوٰۃ شریف باب مناقب اہل بیت) بروائیت ام فضل وارد ہے کہ اُس نے (ام فضل نے) حضور علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کیا' کہ میں نے آج رات ایک ناپسند خواب دیکھا ہے' حضور نے پوچھا' وہ کیا؟ اس نے عرض کیا کہ میں نے دیکھا ہے کہ ایک ٹکڑا آپ کے جسم کا کاٹ کر میری گود میں رکھا گیا' حضرت نے سُنکر فرمایا' کہ یہ خواب تو اچھا ہے' انشاءاللہ تعالیٰ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا' وہ تیری گود میں ہوگا' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۴) اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہٗ واذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہٗ (صحیح بخاری وصحیح مسلم) یعنی جب کسریٰ ہلاک ہوگا' تو اُس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا' اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو اُس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا' یہ بات آپ نے اُس وقت ارشاد فرمائی' جب کہ کسریٰ وقیصر کی عظمت شان اپنی انتہائی بلندی پر تھی' اور کسی آدمی کے ذہن میں بھی اُن کے زوال کا خیال نہ آتا تھا' لیکن تاریخ بلکہ آج تک کا مشاہدہ اس پر شاہد ہے' کہ جو کچھ آپ نے فرمایا' وہ حرف بحرف پورا ہوا' اور ایران میں کسریٰ کی شاہنشاہیت اور روم میں قیصر کی شہنشاہیت کا خاتمہ اس طرح ہوا' کہ ایران میں مجوسی شہنشاہ اور روم میں رومی شہنشاہ کا وجود کسی کو نظر نہ آیا۔

(۵) خیبر میں یہودیوں کی زبردست طاقت کی موجودگی نے اسلامی لشکر کے کئی حملے ناکام بنادئے' ایک دن آپ نے فرمایا' لاعطین ھذہ الرایۃ غداً رجلاً یفتح اللہ علی یدیہ یحب اللہ ورسولہٗ ویحبہ اللہ ورسولہٗ یعنی کل میں یہ عَلَم اُس شخص کے ہاتھ میں دونگا' جس کے ہاتھ پر کل فتح ہو جائے گی' اور وہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے' اور خدا اور رسول اُس کو پیار کرتے ہیں' پھر دنیا شاہد ہے' کہ جس طرح آپ نے فرمایا تھا اُسی طرح وقوع میں آیا۔

(۶) صحیح البخاری کتاب العلم میں ہے' ایک دفعہ آپ خطبہ دے رہے تھے کہ بعض صحابہ نے آپ سے کچھ سوالات کئے' جو آپ کی طبع مبارک پر ناگوار گذرے' پھر آپ نے پُرجوش انداز میں کہا' سلونی عما شئتم یعنی مجھ سے جو چاہو دریافت کرو' جس کے جواب میں کچھ حضرات نے مختلف سوالات کئے' اور اُن کے صحیح جوابات پائے' آپ

بار بار فرماتے تھے، کہ پوچھو مجھ سے پوچھو مجھ سے، یہ حالت دیکھ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، کہ یا رسول اللہ صلعم ہمیں اللہ اپنا رب، محمدؐ اپنا رسول اور اسلام اپنا دین پسند ہے ۱۔

(۷) ایک غزوہ میں ایک شخص بڑی تندہی سے دشمنانِ اسلام کے مقابلے میں جنگ کر رہا تھا، بعض صحابہ کرام نے اُس کے جانبازانہ حملوں کی بنا پر اُس کی تعریف کی، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ جہنمی ہے، اس پر صحابہ کرام کو تعجب ہُوا، ایک صحابی تفتیش حال کے لئے اُس کے پیچھے ہوئے اور دیکھا کہ لڑائی میں اُسے ایک زخم آیا، لیکن اُس نے بے صبری کی اور خودکشی کر لی، وہ صحابی آنجناب صلعم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حقیقت حال سے خبر دی، اور شہادت دی کہ آپ خدا کے سچے رسول ہیں، اصل واقعہ سے آگاہ ہو کر صحابہ کا تعجب رفع ہُوا ۲

اسی طرح ایک اور شخص کسی غزوہ میں قتل ہُوا، اور کسی نے آکر خبر دی، کہ فلاں آدمی شہید ہُوا، آپ نے سُن کر فرمایا، کہ شہادت اُس کی قسمت میں نہیں، کیونکہ وہ مالِ غنیمت میں سے ایک عبا چرانے کی وجہ سے دوزخ میں ہے، اور میں نے خود اُسے دوزخ میں دیکھا ہے ۳۔ ملخصاً!

(۸) آپ نے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ارشاد فرمایا کہ خلافت (حکومت الٰہیہ) تیس برس تک رہے گی، پھر ملوکیت ہو جائے گی، یہ مدتِ خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت پر ختم ہوتی ہے ۴:-

صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک کنواں دیکھا، اُس پر ڈول پڑا ہُوا تھا، میں نے کنوئیں میں سے پانی کے اتنے ڈول نکالے، جتنے خدا نے چاہے، پھر یہ ڈول ابن قحافہ (صدیق اکبرؓ) نے لیا، اور ایک دو ڈول پانی نکالا لیکن ان پر ضعف کا اثر تھا، غفار اللہ تعالیٰ عنہ، پھر یہ ڈول جسامت میں بہت بڑھ گیا، تو ابن خطاب (فاروق اعظمؓ) نے ہاتھ میں لیا، اور بڑی ہمت سے کھینچا، میں نے کسی طاقتور کو اس طرح کھینچتے نہیں دیکھا، حتیٰ کہ حوض پانی سے لبریز ہو گیا، اور پینے والے چاروں طرف بکثرت جمع ہو گئے (ملخصاً) اس میں شیخین کی خلافت کا اشارہ ہے، جسے خُدائے تعالیٰ نے پُورا کر دیا ۵۔

(۹) صحیح بخاری مناقب ابو بکر اور جامع ترمذی مناقب عثمان میں ہے، کہ ایک دفعہ آپؐ حضرت ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی معیت میں کسی پہاڑ پر تشریف فرما تھے، کہ اچانک پہاڑ لرزنے لگا، آپؐ نے فرمایا کہ اے پہاڑ ٹھہر جا تجھ پر ایک رسول، ایک صدیق اور دو شہید ہیں، اس میں حضرت عمر اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کی طرف اشارہ تھا۔ (ملخصاً) ۱۔

(۱۰) صحیح بخاری میں ہے، کہ ایک دفعہ آپ نے حضرت امام حسن علیہ السلام کے متعلق فرمایا، کہ میرے اس فرزند کے ذریعے سے خدا مسلمانوں کے دو گروہوں میں مصالحت کرائے گا، چنانچہ آپ کے زمانۂ خلافت میں ایسا ہی ہُوا، اسی طرح آپ نے حضرت علی، حضرت امام حسین، حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شہادت کی خبر دی، اور آپ نے آئندہ واقعات کے متعلق اس قدر پیش گوئیاں کیں، جن کا احاطہ مشکل ہے، اور وہ سب کی سب حرف بحرف پوری ہوئیں، قرآن مجید، کتب احادیث اور مستند تاریخیں اس امر کی شاہد ہیں ۱۔

۱؎ صحیح البخاری کتاب الجہاد ۲؎ جامع ترمذی باب ما جاء فی الغلول ۳؎ جامع ترمذی کتاب الفتن ۱۲۔

اب ہم ذیل میں مقتدر علمائے امت کے اقوال بھی درج کرتے ہیں جن میں مسئلہ پر اظہار خیال ہے، اور جن سے اس مسئلہ میں بے دینوں کی آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی روشنی پڑتی ہے۔

(۱) علامہ محمد صادق علی قصیدہ بردہ شریف کی شرح میں بہ تحت وَمِن علومك علم اللوح والقلم فرماتے ہیں:۔

"علم تو محیط است بجمیع اشیاء آنچہ بر صفحۂ لوح محفوظ از زبان قلم رسیدہ، الیٰ قولہ و مراد از لوح لوح محفوظ کہ قلم اعلیٰ بحکم قادر مختار تقدیرات جمیع مخلوقات را دراں ثبت کردہ، و مصون است از تغیر و تبدیل" یعنی آپ کا صلی اللہ علیہ والہ وسلم علم تمام اشیاء پر جو زبان قلم سے صفحۂ لوح محفوظ تک پہنچی ہیں محیط ہے، ..... اور لوح سے مراد لوح محفوظ ہے جس میں قادر مطلق کے حکم سے قلم اعلیٰ نے تمام مخلوق کی تقدیریں تحریر کر دی ہیں، اور وہ ہر قسم کے تغیر و تبدل سے محفوظ ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اسی کے تحت میں فرماتے ہیں، وکونُ علمها من علومه علیه السلام تتنوع الی الکلیات والجزئیات وحقائق ومعارف وعوارف تتعلق بالذات والصفات وعلمها یکون نهراً من بحور علمه وحرفاً من سطورِ علمه۔ "اور لوح محفوظ کے علوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا ایک جزو ہیں، کیونکہ آپ کے علوم کلیات جزئیات حقائق، معارف اور اُن کے عوارف سے جن کا تعلق ذات صفات سے ہے، پر منقسم کیا، اسلئے لوح محفوظ کا علم علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی ایک نہر ہے، اور آپ کی سطور علم میں سے ایک حرف ہے"۔

اگر یہاں معترض اعتراض کرے، کہ اگر لوح محفوظ کا علم آپ کے علم کا ایک جزو ہے، تو دوسرے اجزا کونسے ہیں، اس کا جواب یہ ہے، کہ لوح محفوظ میں صرف قیام قیامت تک کے حالات مندرج ہیں، لیکن آپ واقعات قیامت اور مابعد قیامت سے بھی آگاہ ہیں، لیکن اس کے باوجود آپ کا علم متناہی ہے، لامتناہی علوم صرف ذات باری تعالیٰ کے ہیں، جس کی ابتدا اور انتہا نہیں۔ شہید عفی عنہ)۔

مدارج النبوۃ میں حضرت شیخ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث نے ارقام فرمایا ہے "وی صلی اللہ علیہ وسلم دانا است بہمہ چیز از شیونات و احکام الٰہی و احکام، وصفات حق و اسمار و افعال و آثار و بجمیع علوم ظاہر و باطن و اول و آخر احاطہ نمودہ، و مصداق فَوْقَ کُلِّ ذِی عِلْمٍ عَلِیْم شدہ" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ تمام اشیاء، شیئون، احکام الٰہی، صفات حق، اسمآ افعال اور آثار کے جاننے والے ہیں، اور تمام علوم ظاہری و باطنی، اولین و آخرین پر احاطہ فرما کر فوق کل ذی علم علیم کے مصداق ہوئے، نیز اسی کتاب میں ہے "از زمان آدم تا نفخہ اولیٰ بروئے علیہ السلام منکشف ساختند تا ہمہ احوال اورا از اوّل و آخر معلوم گردد، و یاراں خود را نیز از بعضے احوال خبر داد" حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نفخہ اولیٰ تک کے حالات آپ پر منکشف فرمائے، تاکہ اوّل سے آخر تک تمام حالات آپ کو معلوم ہو جائیں۔

علامہ ابن تیمیہ حرانی نے صحیحین کے حوالے سے ایک حدیث نقل کی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے (الفرق بین اولیاء اللہ واولیاٗ الشیطٰن) کہ حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام اور موسیٰ کلیم اللہ کے مابین بحث ہوئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابوالبشر کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیدا کیا، آپ میں اپنی روح پھونکی، اور ملائکہ سے آپ کے لئے سجدہ کرایا، مگر آپ نے ہمیں اور اپنے آپ کو جنت سے نکالا، حضرت ابوالبشر علیہ السلام نے جواب میں کہا کہ خدا نے آپ کو صفت کلیمی سے

برگزیدہ کیا آپ کو توراۃ عطا فرمائی، مجھے یہ تو بتایئے کہ آپ نے میری پیدائش سے کتنی مدت پہلے یہ آیت لکھی ہوئی دیکھی، وَعَصَىٰ اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى، موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ چالیس سال پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر آپ مجھے ایسی بات پر کیوں ملامت کرتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے چالیس سال پہلے میری تقدیر میں لکھ دی تھی، یہ جواب سُن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خاموش ہونا پڑا۔

ہم مخالفین سے پوچھتے ہیں، کہ حضرت آدم اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانوں میں بُعد المشرقین ہے، پھر یہ مکالمہ کس طرح اور کہاں ہوا اور کہاں ہوا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پتہ چلا کہ یہ آیت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چالیس سال پہلے ہی لکھی جاچکی تھی؟ حضور علیہ السلام تک یہ بات کیونکر پہنچ گئی؟ کیا ان سوالات کے جوابات امورِ غیبیہ میں سے نہیں؟ اگر ہیں (اور یقیناً ہیں) تو پھر مخالفین غیب عطائی کے منکر ہو کر کئی نصوص اور احادیث کا کیوں انکار کرتے ہیں، جس سے ارتکابِ کفر لازم آتا ہے۔

ہم ذیل میں منکرین کے دلائل نقل کرتے ہیں، اور ساتھ ہی مثبتین علم غیب کے جواب بھی درج کرتے ہیں، فریقین کے دلائل کے بعد ہم مختصر مگر فیصلہ کن محاکمہ لکھیں گے، انشاء اللہ!

آیت ۱ ۔ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ یعنی غیب کی کنجیاں اُسی کے پاس ہیں، اور غیب کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ۔

الجواب ۔ آیت مذکورہ علم غیب ذاتی کی نفی ہے، نہ کہ غیب عطائی کی، اگر علم غیب عطائی کی نفی تسلیم کی جائے تو اُن آیات کے کیا معنی ہوں گے، جو اثبات علم غیب میں پیش کی گئی ہیں، اور متعدد تفاسیر سے جو مستند حوالے پیش کئے گئے ہیں، اُن کی کیا تاویل کی جائے گی۔

فائدہ لطیفہ ۔ عِنْدَهٗ مَفَاتِيْحُ الْغَيْبِ اور لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں اہل ایمان کو کچھ اور ہی بات نظر آتی ہے، یعنی مفاتیح کا پہلا اور آخری حرف (م ح) مقالید کے پہلے اور آخری حرف (م د) سے ملانے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم بنتا ہے، یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدائے تعالیٰ کے خزانۂ علوم کی کنجیاں عطا ہوئیں، اور اہل ایمان کو اس میں ذرا بھی شک نہیں، کیونکہ ان کا تو پہلے ہی یہ عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مبارک ہی قاسم العلوم والانعام ہے، اور خدائے تعالیٰ کا فضل و انعام جس پر جس حالت میں بھی ہو، آپ کی روح پاک کی معرفت ہی ہوتا ہے، جس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم کا دروازہ تھے (انا مدینۃ العلم وعلی بابہا) اسی طرح خدائے تعالیٰ کے علوم غیبیہ و اسرار خفیہ کے خزائن کے کلید بردار آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، اور یہ بات امر واقعہ اور حقیقت کی جان ہے، بخاری شریف میں عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا، اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ یعنی زمین کے خزانوں کی کنجیاں مجھے عطا کی گئیں۔

پس آیت مذکورہ اور دیگر آیات و احادیث میں جن میں علم غیب کا اثبات ہے، یوں تطبیق ہو سکتی ہے کہ تعلیم الٰہی کے بغیر آپ علوم الٰہیہ کو نہیں جانتے، اور بہ تعلیم الٰہی سے بعض غیوب آپ کو حاصل ہیں، یعنی علوم الٰہی کے خزانوں

کی کنجیاں آپ کو بعطائے الٰہی حاصل ہوئی ہیں، اپنی ذات سے نہیں، اور اہل سنت والجماعت کی تفاسیر کا خلاصہ بھی یہ ہے کہ آپ کا علم غیب عطائی ہے، ذاتی نہیں، اور تفسیر احمدی میں لکھا ہے، کہ مفاتیح الغیب سے وہ پانچ غیوب مراد ہیں، جو سورۂ لقمان کے آخر میں بیان ہوئے، اور اُن کا حاصل ہونا بہ تعلیم الٰہی اپنے موقعہ پر آئے گا۔

تفسیر روح البیان میں آیت عندہٗ مفاتیح الغیب ـــ آہ کے تحت میں لکھا ہے، فعلم ان الغیب مختص باللہ تعالیٰ وما روی عن الانبیاء والاولیاء من الاخبار عن الغیوب فبتعلیم اللہ تعالیٰ اما بطریق الوحی او بطریق الالہام والکشف۔ فلا ینافی ذلک اختصاص علم الغیب بما لا یطلع علیہ الا الانبیاء والاولیاء والملائکۃ کما اشار الیہ بقولہ عٰلم الغیب فلا یظہر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسولٍ۔ اھ۔

ترجمہ۔ پس معلوم ہوا کہ علم غیب حق تعالیٰ سے خاص ہے، اور انبیاء اولیاء سے جو غیب کی خبریں دینی مروی ہیں، پس وہ خدا کی تعلیم سے ہیں، یا بطریق وحی یا بطور کشف والہام، پس جس علم پر سوائے انبیاء اولیاء اور ملائکہ کے کوئی مطلع نہیں ہوتا، وہ حق تعالیٰ سے ہی خاص ہے، جیسا کہ آیت علم الغیب فلا یظہر ـــ الخ کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے، مواہبِ لدنیہ، انوار محمدیہ، مدخل ابن الحاج اور زرقانی شرح مواہب میں لکھا ہے۔

لَا فَرْقَ بَیْنَ مَوْتِہٖ وحیاتہ فی مشاہدتہ لامتہ ومعرفتہ باحوالھم ونیاتھم وعزائمھم وخواطرھم وذلک عندہ جلیٌ لاخفاء بہ، انوار محمدیہ اور مواہب کے اسی صفحہ پر عبارت مذکورہ کے تحت میں فرمایا ہے فان قلت ھذہ الصفات مختصۃ باللہ تعالیٰ فالجواب من انتقل الی عالم البرزخ من المومنین یعلم احوال الاحیاء غالباً وقد وقع کثیراً من ذلک کما ھو مسطورٌ روی ابن المبارک عن سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ لیس من یَوم الا ویعرض علی النبی اعمال امتہ غدوۃ وعشیاً فیعرف سیماھم واعمالھم ولذلک یشھد علیھم کما قال اللہ تعالیٰ وجئنا بک شھیدا (بدور السافرہ ومواہب من عینیہ)

ترجمہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندگی اور وفات کی حالت میں اپنی امت کے احوال، نیات، ارادے، اور قلبی وساوس کے دیکھنے اور پہچاننے میں برابر ہیں، اور یہ بات اُن کے نزدیک جلی ہے خفی نہیں، اور ابن مبارک نے سعید بن مسیب سے روایت کیا، کہ ہر روز امتیوں کے اعمال جو کہ وہ صبح اور شام کرتے ہیں آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیش کئے جاتے ہیں، پس آپ ان کے چہروں سے ان کے اعمال کو پہچانتے ہیں (خواہ وہ اعمال زبانی ہوں یا دلی، بدنی ہوں یا مالی، اچھے ہوں یا برے)، اسی بنا پر آپ قیامت کے دن امت کے اعمال نیک وبد کی شہادت دیں گے، اور اعمال بد پر امت کی رستگاری کے لئے شفاعت فرمائیں گے۔

اور زرقانی میں عبارت مذکور کے بعد فرماتے ہیں، (من انتقل عالم البرزخ من المومنین) الکاملین یعلم احوال الاحیاء غالباً، باعلام اللہ تعالیٰ وتعرض علی الانبیاء والآباء والامہات یوم الجمعۃ فیفرحون بحسناتھم وتزداد وجوھھم بیاضاً واشراقاً فاتقوا اللہ ولا تؤذوا امواتکم (رواہ الترمذی الحکیم) ترجمہ اور مومنین میں سے

۱؎ ص ۳۸۶ جلد دوم مطبوعہ مصر ۲؎ ص ۳۸۱ مطبوعہ مصر ۳؎ ص ۱۲۶ جلد اول مطبوعہ مصر۔

جو دنیا سے عالم برزخ کی طرف انتقال فرماتے ہیں (یعنی کامل مومنین) اکثر زندوں کے احوال کو جانتے ہیں باعلام الٰہی اور ایک حدیث کی رُو سے پیش کئے جاتے ہیں، ان کے اعمال ہر جمعرات اور پیر کے دن خدا تعالیٰ کے سامنے' ان کے حالات ہر جمعہ کے دن ان کے والدین اور انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں' پس وہ اُن کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں اور اُن کی چہروں پر سفیدی اور روشنی زیادہ ہوتی ہے' پس تم اللہ سے ڈرو اور اپنے فوت شدگان کو (اعمال بد سے) ایذا نہ دو (رواہ الترمذی) اور یہی حدیث امام ابو عبداللہ قرطبی کے تذکرہ سے ابن حاج نے مدخل میں نقل کی ہے ۔

آیت ۲ ۔ تقویت الایمان ص۳ میں لکھا ہے' قال اللہ تعالیٰ قل لا یعلم من فی السمٰوات والارض الغیب الا اللہ ومایشعرون ایان یبعثون' اس آیت کا مطلب مفسرین نے یہ لکھا ہے' کہ تمام غیبی علوم ذاتی طور پر خدا کے بغیر کوئی نہیں جانتا' اور یہ پہلے بیان ہو چکا ہے' کہ ذاتی علم غیب صرف خدا تعالیٰ کے لئے ہی ہے' اور آیت میں اسی کی نفی ہے' یعنی تمام غیبی علوم کو کوئی نہیں جانتا' نیز بغیر بتائے کسی کو معلوم نہیں' تفسیر مدارک میں ہے' وَالْغیبُ مالم یقم علیہ دلیلٌ ولا اطلع علیہ مخلوق یعنی غیب وہ ہے' جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو' اور کسی مخلوق کو اس پر مطلع نہ کیا گیا' یعنی غیب ہے ہی وہی بات جس کی کسی کو بھی اطلاع نہ ہوئی ہو' یعنی جس غیب کی کسی کو وہبی طور پر اطلاع مل گئی' وہ غیب غیب نہ رہا' نہ اُس کو غیب کہا جا سکتا ہے' اس سے لازمی طور پر یہ نتیجہ نکلا' کہ غیب صرف ذاتی ہے' اور جن آیات میں علم کی نفی ہے' وہ اسی ذاتی غیب کی ہی ہے ۔

آیت ۳ ۔ وممن حولکم من الاعراب منافقون ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق لاتعلمھم نحن نعلمھم' اس آیت سے بھی منکرین علم غیب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کی نفی کی ہے' حالانکہ اس میں علم غیب ذاتی کی نفی ہے' یا اُس حالت کا ذکر ہے جس میں کہ آپ منافقین کے نفاق کو ظاہر کرنے پر مامور نہ تھے' پھر جب آپ مامور ہوئے تو آپ نے منافقین کو اُن کے نام لے لے کر مسجد سے باہر نکال دیا' اور یہ امر بھی مسلّمات سے ہے' کہ آپ کی آخری حالت پہلی حالت سے بلحاظ علم وکمالات بلند اور بہتر تھی' کیونکہ آپ ساعت بہ ساعت ارتقا کی منازل طے کرتے جاتے' کما قال اللہ تعالیٰ وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ نیز آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا' وقل رب زدنی علماً' یعنی اے محبوب آپ ترقی علم کی دعا کریں' اور اپنے پروردگار کو کہیں' کہ اے میرے پروردگار زیادہ کر میری سمجھ کو (موضح القرآن)

تفسیر کبیر میں ممن حولکم من الاعراب منافقون کے تحت میں لکھا ہے عن السدی عن انس بن مالک فقال اخرج یا فلان فانک منافق اخرج یا فلان فانک منافق' فاخرج من المسجد ناساً وفضحھم ترجمہ ۔ سدی نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی' کہ حضورؐ نے فرمایا' کہ نکل اے فلاں کہ تو منافق ہے' اور نکل اے فلاں کہ تو منافق ہے' پس آپ نے منافقوں کو مسجد سے نکال دیا' اور انہیں ذلیل ورسوا کیا' اور تفسیر درمنثور میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن جریر اور ابن ابی حاتم سے اور طبرانی نے اوسط میں اور ابو الشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آیت مذکورہ کے ضمن میں لکھا ہے' قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

يوم الجمعة خطبًا فقال قم يا فلان فاخرج فانك منافق فاخرجهم باسمائهم ففضحهم ولم يكن عمر ابن الخطاب شهيدُ تلك الجمعة لحاجته كانت له لقيهم عمر رضي الله تعالى عنه وهم يخرجون من المسجد فاختبأ عمر منهم استحياءً انّه لم يشهد الجمعة وظن الناس قد انصرفوا واختبؤا هم من عمر وظنوا انّه قد علم بامرهم فدخل عمر رضي الله تعالى عنه المسجد فاذا الناس لم ينصرفوا فقال الرجل ابشر يا عمر فقد فضح الله المنافقين اليوم فهذا العذاب الاولى والعذاب الثاني في القبر ۔

ترجمہ ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے تو فرمایا کہ اے فلاں اُٹھ کہ تو منافق ہے پھر منافقوں کو ان کے نام لے لیکر نکال دیا اور انہیں رسوا کیا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس جمعہ میں کسی وجہ سے حاضر نہیں ہونے تھے منافقوں نے گمان کیا کہ حضرت ہمارے حال سے آگاہ ہوگئے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے درانحالیکہ منافق مسجد سے خارج ہو رہے تھے، حضرت عمرؓ منافقوں سے کترائے، کیونکہ آپ کو واقع کی خبر نہ تھی اس لئے آپ جمعہ سے رہ گئے تھے تو ایک آدمی نے کہا کہ اے عمرؓ خوشخبری ہو کہ آج خدا تعالیٰ نے منافقوں کو ذلیل و خوار کردیا پس منافقوں کے لئے یہ پہلا عذاب ہے اور دوسرا عذاب قبر میں ہے اور ابوالشیخ نے ابی مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا فی قوله سنعذبهم مرّتين فقال كان النبي صلى الله عليه وآله وسلم يعذب المنافقين يوم الجمعة بلسانه على المنبر وعذاب القبر یعنی خدا تعالیٰ کے اس قول میں کہ جلدی ہی ہم منافقوں کو دو مرتبہ عذاب دیں گے اُس نے کہا کہ ایک عذاب تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زبان مبارک سے منبر پر کھڑے ہو کر اُن کو دیدیا اور دوسرا عذاب قبر میں ہوگا۔

تفسیر سراج المنیر[۱] میں حضرت علامہ محمد شربینی الخطیب سدی کی روائیت مذکورہ کے بعد فرماتے ہیں، قال قيل كيف هٰذا مع قوله تعالى لا تعلمهم نحن نعلمهم اجيب بانه تعالى اعلمه بهم بعد ذلك ترجمہ ۔ اگر کہا جائے کہ خدا کے اس قول کی موجودگی میں (کہ آپ ان منافقوں کو نہیں جانتے، ہم جانتے ہیں) یہ واقعہ کیونکر ہوا، تو میں اس کا جواب یہ دونگا کہ حق تبارک وتعالیٰ نے آپ کو منافقوں کی اطلاع دیدی یعنی نفی مذکورہ کے بعد آپ کو منافقین کے احوال سے مطلع فرمادیا اور ایسا ہی تفسیر معالم التنزیل اور خازن وغیرہ میں بھی منقول ہے، اس واقعہ کو مولوی محمد لکھوی نے بھی اپنی تفسیر میں اور کتاب "زینت الاسلام" میں تحریر کیا ہے؛

ہم بھی تو اس بات کے قائل ہیں کہ جو علم آپ کو پہلے نہیں ملا تھا وہ بفضلہٖ تعالیٰ بعد میں عطا ہوا جیسا کہ علمك ما لم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما کے ضمن میں پیشتر بیان ہو چکا ہے، پس ہم منکرین سے صرف یہ پوچھتے ہیں، کہ جس چیز کا علم آپ کو دیا گیا کیا اُس کے سلب کئے جانے کے متعلق تمہارے پاس کوئی دلیل ہے؟۔

ہاں بوقت عتاب یا کسی حکمت کے اظہار کے لئے حجاب ہو سکتا ہے، جیسا کہ یعقوب علیہ السلام کو عتاب کے وقت اور حضرت عزیر کو اظہار حکمت کے لئے ایسا وقوع میں آیا جو اپنے موقعہ پر آئے گا انشاء اللہ تعالےٰ ۔

مواہب لدنیہ میں طبرانی سے بروائیت ابن عمر مروی ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا کو ظاہر فرمایا پس میں دنیا اور جو کچھ اس میں تاقیامت ہونیوالا ہے کی طرف اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح اپنی ہتھیلی کی طرف

[۱] ص ۶۳۶ جلد چہارم مطبوعہ مطبع نولکشور لکھنؤ ۔

علامہ زرقانی شرح مواہب قسطلانی جلد ۷ صفحہ ۲۳۴ میں لکھتے ہیں: ان اللہ قد رفع الیّ الدنیا اظہر وکشف لی الدنیا بحیث احطت بجمیع مافیہا فانا انظر الیہا والی ما ھو کائن فیہا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھٰذہ اشارۃ الی انہ نظر حقیقۃ رفع بہ انہ ارید بالنظر العلم۔ اس سے صاف متر شح ہے کہ اللہ جلشانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دنیا ظاہر فرمائی، اور حضور نے جمیع مافیہا کا احاطہ کر لیا، اور حضورؐ کی اس بات سے کہ میں دنیا اور جو کچھ اس میں تاقیامت ہونے والا ہے کو اپنی کفِ دست کی مانند دیکھ رہا ہوں یہ مراد ہے کہ آپ نے جو کچھ دیکھا نظرِ حقیقت سے دیکھا نہ کہ نظرِ مجاز سے ۔

آیت ۱۲ - قل لا املك لنفسی نفعًا ولا ضرًا الا ماشاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر وبشیر لقوم یومنون - یعنی آپ کہہ دیجئے کہ میں اپنی جان کے نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتا، مگر جو کچھ خدا چاہے، اور اگر میں جانتا تو بے شک بہت سی بھلائی جمع کر لیتا، اور مجھے برائی نہ چھوتی، میں تو فقط ان لوگوں کو ڈرانے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں، جو کہ یقین رکھتے ہیں ۔

تفسیر حسینی میں آیت مذکورہ کے تحت میں ۔" کہ دانستمے من غیب را بے تعلیم الٰہی اور موضح القرآن میں بھی اس آیت کے تحت میں لکھا ہے ۔" اگر ہوتا میں کہ جانتا میں بے تعلیم خدا البتہ زیادہ کرتا میں مال اور نفع سے اور فتح وغنیمت سے " یعنی اگر میں بذاتِ خود غیب جانتا تو مال دنیا جمع کر لیتا، اور مجھے فقر لاحق نہ ہوتا، پس جب مجھے حق تبارک وتعالےٰ سے تعلیم حاصل ہوئی، تو میں نے مال دنیاوی کو ترک کیا، اور فقر و درویشی کو اختیار کیا، یعنی میں نے اپنی رضا کو مشیت الٰہی کے بالکل تابع کر دیا۔ بمصداق ؎

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست   می بُرد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

یعنی یہ سب کچھ محض اسی لئے ہے، کہ تائید ایزدی نے مجھے یوں ہی سکھایا، اور اگر یہ معنی لئے جائیں کہ میں بہت سی بھلائی لے لیتا، اور برائی مجھ کو نہ چھوتی، تو ہمیں آپ کے لئے کثرت خیر اور عدم سو ثابت کرنا ہوگا، اور اس کے ثابت ہو جانے سے آپ کے لئے غیب بہ تعلیم الٰہی خود بخود ثابت ہو جائے گا، کیونکہ شرط و مشروط لازم ملزوم ہیں، قرآن مجید میں ہے انا اعطینٰك الکوثر، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں رقمطراز ہیں :-

" کوثر در لغت خیر بسیار را گویند مشتق از کثرت است الی قولہ و نیز شامل است علم بسیار را و کثرت علم دریں است نیز خیلے مشاہد و محسوس است " آیت مذکورہ سے کثرت خیرات ثابت ہو گئی، نیز قرآن مجید میں آپ کا مسلمانوں کو حکمت وکتاب سکھانا اور تزکیہ کرنا بھی مذکور ہے، اور من یوتی الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا کی رو سے آپ کے فیض یافتہ جب خیر کثیر کے مصداق ٹھہرے، تو آپ معلم حکمت ہونے کی صورت میں بدرجہ اولیٰ صاحب خیر کثیر قرار پائیں گے کلام الٰہی میں حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ہے، کذالك لنصرف عنہ السوء والفحشاء انہ من عبادنا المخلصین - (ترجمہ از مولوی اشرف علی تھانوی) " ہم نے اسی طرح ان کو علم دیا تاکہ ہم ان سے صغیرہ و کبیرہ گناہ کو دور رکھیں، وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے " اب غور فرمائیے، کہ جب یوسف علیہ السلام کے لئے عدم سو بہ حیثیت

لے منزل دوم ص ۱۴۵ -

مخلص ہونے کے ثابت ہے، تو کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے من کل الوجوہ ثابت نہیں ہوگا ضرور ہوگا اور بالضرور ہوگا، بلکہ جملہ انبیا کے متعلق عدم سو کا اعتقاد ضروری ہے، پس جب کثرت خیر اور عدم سو کا ثبوت مل گیا جو کہ مشروط تھا، تو شرط کا وجود بھی ضروری ہوا، یعنی غیب بہ تعلیم الٰہی۔

قرآن مجید نے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کردار تو ایک طرف گفتار پر بھی فتوے دے دیا کہ وہ بات چیت بھی اپنی مرضی سے نہیں بلکہ خدائی رضا کے ماتحت کرتے ہیں، وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ ان آیات کی موجودگی میں آپ کے متعلق کثرتِ خیر اور عدم سُو کا اعتقاد لازمی ہے:۔

آیت ۵ ۔ قل ماکنت بدعًا من الرسل ومَا ادری مایفعل بی ولا بکم ترجمہ۔

آپ کہہ دیجئے، کوئی بھی انوکھا رسول تو ہوں نہیں۔ اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائیگا۔ اور تمہارے ساتھ کیا۔

یہ آیت سورہ فتح کی آیت انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر الی قولہ وکان ذالک عند اللہ فوزاً عظیماً سے منسوخ ہے، بعض علماء کہتے ہیں، کہ حکم نسخ احکام میں واقع ہوتا ہے، اخبار میں نہیں یہ خبر صحیح ہے، کیونکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، اور اکثر علماء کے نزدیک ان دونوں میں حدیث صحیح کی رُو سے نسخ جاری ہے، جیسا کہ تفسیر لباب التاویل فی معانی التنزیل میں آیت وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ کے نیچے لکھا ہے، جب یہ آیت اُتری تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام پر شاق گذری، پھر اللہ تعالیٰ نے آیت لایکلف اللہ نفساً الا وسعھا سے اُس کو منسوخ فرمایا، (رواہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، صحیح مسلم) اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کی ایک اور حدیث ابن عباس سے بھی روایت کی ہے، اور صحیح بخاری میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے، کہ آیت ان تبدوا ما فی انفسکم کو پچھلی آیت نے منسوخ کر دیا ہے، اور اکثر تفاسیر میں بھی ایسا ہی ذکر ہوا ہے، پس صحیح احادیث اور معتبر تفاسیر کی شہادت سے اخبار میں نسخ ثابت ہوگیا، تو آیت مذکورہ کو بطور استدلال پیش کرنے کی کیا ضرورت رہی، کیونکہ آیت وما ادری مایفعل بی آیت لیغفرلک اللہ سے منسوخ ہے اور اس سے بہت پہلے کی حالت ہے، نیز یہ اس قسم کی خبر ہے، جو حکم سے متعلق ہے۔

پس یہ نسخ حکم کے تعلق کی وجہ سے جائز ہے، اور نسخ اخبار حضرت ابن عباس، حضرت انس، حضرت قتادہ، حضرت عکرمہ، حضرت حسن اور حضرت ضحاک رضی اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کا مذہب ہے، جلالین کے حاشیہ جمل میں بحوالہ تفسیر تفسیر قرطبی منقول ہے، کہ وما ادری مایفعل بی ولا بکم کا معاملہ قیامت کا ہے، جب آیت اُتری تو مشرکین یہود اور منافق سب خوش ہوئے، اور کہنے لگے کہ ہم ایسے نبی کا کیا اتباع کریں جس کو یہ بھی معلوم نہیں، کہ آئندہ اُسے اور ہمیں کیا پیش آئے گا، اور بے شک ہم پر کوئی فضیلت نہیں ہے، اگر یہ خدا کا فرستادہ سچا نبی ہوتا، تو جو کچھ اُس سے ہونا تھا اُس کی خبر دے دیتا۔

پس یہ آیت لیغفرلک اللہ نازل ہوئی جس سے مومن لوگ خوش ہو گئے، اور منکر ذلیل ورسوا ہوئے قرآن مجید میں بہت سی آیات ایسی ہیں، جو اخبار غیب پر مشتمل ہیں اور اس امر کی مصدق ہیں کہ آیت وما ادری منسوخ ہو

چکی' اور علم غیب آپ کو بہ تعلیم الٰہی حاصل ہو گیا' مثلاً سورۂ روم کی ابتدائی آیات' یا یہ آیت ونزلنا علیک الکتٰب تبیانا لکل شئ' یا اٹھارہویں سیپارے کی ابتدائی آیات' وغیرہ ذٰلک۔

آیت ۶ - ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم مافی الارحام' وما تدری نفس ماذا تکسب غدا' وما تدری نفس بای ارض تموت' ان اللہ علیم خبیر (سورۂ لقمٰن) بے شک اللہ ہی کے پاس ہے خبر قیامت کی' اور وہی اتارتا ہے مینہ' اور جانتا ہے جو کچھ کہ مادہ کے پیٹ میں ہے' اور نہیں جانتا ہے کوئی کہ کیا کرے گا کل اور نہیں جانتا کوئی کہ کس زمین میں مریگا کہ بے شک اللہ بڑا جاننے والا ہے' خبردار' (تقویۃ الایمان ص۱۰):۔

آیت مذکورہ میں پانچ چیزوں کا علم جو ذات باری تعالیٰ سے مخصوص ہے' بے شک مخلوق میں سے کوئی بذات خود اور بالاستقلال اسے نہیں جانتا' اور جو بالذات بلا تعلیم الٰہی جاننے کا مدعی ہو' وہ کافر ہے' مگر بعطائے الٰہی یہ علم انبیاء علیہم السلام کو اور ان کی تبعیت میں اولیائے عظام کو بھی حاصل ہے' جو آیات قرآنیہ اور احادیث سے ثابت ہے' جس کا انکار کفر ہے' پس اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہی ہے کہ جس قدر اور جس کو خدا چاہتا ہے' عطا فرماتا ہے' آیت مذکورہ میں مخلوق کے لئے ذاتی علم غیب کی نفی ہے' عطائی کی نہیں' جیسا کہ صفحات گذشتہ میں مذکور ہوا ہے' نیز آیت کے آخر میں اسم خبیر ہے' جس کے معنے خبردار اور خبر دہندہ ہیں' جیسا کہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (وما ادری ما یفعل بی کے ضمن میں) اور علم غیب عطائی کا انکار کسی صورت میں نہیں ہو سکتا' اس لئے کہ قرآن مجید میں ایسی کئی خبریں موجود ہیں' اب اگر کوئی سوال کرے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ خبریں کہاں سے ملیں' تو اس کا جواب یہی ہے کہ حق تبارک وتعالیٰ سے' اور اسی کا نام ہم نے علم غیب عطائی رکھا ہے' اب دیکھنا یہ ہے کہ علم غیب کی مذکورۃ الصدر پانچ اقسام میں سے جو ذات باری تعالےٰ سے مخصوص ہیں' مخلوق کو بھی کچھ حصّہ ملا' یا کہ بالکل نہیں' یہ ثبوت بحوالہ آیات قرآنی واحادیث صحیحہ ملاحظہ فرمائیے:۔

قسم اول' علم الساعۃ' قیامت کی آمد کے متعلق قرآن مجید اور احادیث میں اس قدر اشارات موجود ہیں کہ ان کا احصار مشکل ہے' جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو قیامت کے متعلق پورا علم خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا تھا' لیکن آپ اُسے بتمامہ ظاہر کرنے پر مامور نہ تھے' لیکن جو واقعات قیامت کے دن ظہور پذیر ہونے والے ہیں ان میں سے جستہ جستہ اس طرح آپ نے بیان فرمائے' جس سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ یہ گویا آنکھوں دیکھے ہوئے واقعات ہیں' ہمیں ان کے تتبع سے کئی اہم امور معلوم ہوتے ہیں' یعنی اگر زبان وحی ترجمان نہ ہوتی' تو ہمیں کیونکر قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہو سکتا کہ اختتام دنیا کے بعد ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے' جس کو قیامت کہتے ہیں' اور اس میں ہر ایک کے سامنے اُس کے اچھے یا بُرے اعمال آجائیں گے' اور ان پر جزا وسزا مترتب ہوگی' وقوع قیامت کا علم ہی خود ایک ایسا غیب ہے' جس پر اعلام الٰہی کے بغیر مطلع ہونا ممکن نہیں' لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ علم دیا گیا' اور حضور صلعم نے اپنی زبان وحی ترجمان سے اُس کا اجمالی خاکہ اس طرح کھینچا' جس کو سمجھنے سے ہر مومن کے ذہن میں قیامت کا دھندلا سا نقشہ آجاتا ہے' مثلاً وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا ھُمْ من الاجداث الی ربھم ینسلون سے لیکر وتشھد

ارجلہم بما کانوا یکسبون (سورۂ یٰسین) اس رکوع میں نفخ صور، احیائے موتیٰ حشر و نشر جنتیوں اور دوزخیوں کے حالات بیان ہوئے ہیں، کیا یہ علم الساعتہ نہیں ؟۔

لا اقسم بیوم القیامہ سے و لو القیٰ معاذیرہ تک جو آیات بیان ہوئی ان میں قیامت کی حقیقت کا ذکر ہے، اور بعض واقعات کی اجمالی صورت بیان ہوئی ہے، بعینہٖ اسی طرح قرآن مجید میں متعدد جگہوں پر مختلف واقعات مذکور ہوئے ہیں، جن کو اگر ترتیب دیا جائے، تو قیامت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے ۔

سورہ زلزال، قارعہ اور بعض سورتوں میں کئی آیات اس امر پر شہادت دے رہی ہیں، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم الساعتہ بعطائے الٰہی حاصل تھا، جس کی مدد سے آپ نے بعض وہ سوال و جواب جو خالق و مخلوق کے درمیان ہونگے بھی ظاہر فرما دیئے، قرآن مجید جلال الٰہی کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتا ہے، کہ خدائے تعالیٰ مخلوق سے مخاطب ہو کر پوچھے گا، کہ لمن الملك الیوم اور کسی سے کچھ جواب نہ پا کر خود کہے گا، للہ الواحد القہار، نیز مجرموں سے کہے گا، ھذہٖ جھنم التی کنتم بہ تکذبون، اصلوھا الیوم بما کنتم تکفرون نیز کافر اپنی گت بنتی دیکھ کر کہے گا، یلیتنی کنت ترابا اور خدا کے نیک بندوں کو حکم ہو گا، فادخلی فی عبدی وادخل الجنتی، وغیرہ وغیرہ ۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فداہ امی وابی باوجود جاننے کے بعض امور کے کتمان پر مامور تھے، اور بعض کے اظہار پر مامور تھے، بعض اسرار الٰہیہ خواص کو بتائے گئے، اور عوام سے چھپائے گئے، اور بعض اسرار سربمہر رکھ دیئے گئے کہ جو اُن کے اہل ہوں، وہ معلوم کر لیں، اور نااہل کی چشم سے پوشیدہ ہی رہیں، مثال کے طور پر قرآن مجید میں حروف مقطعات کو ہی لے لو، اُن کے مطالب سے رَاسِخُوْنَ فِی العلم آگاہ ہیں، اور دوسرے ان رموز سے واقف نہیں، بلّغ ما انزل الیك کا حکم احکام شریعت اور دین کے متعلق ہے، ان کی تبلیغ میں آپ نے ذرّہ بھر کوتاہی نہیں کی لیکن اسرار الٰہیہ صرف انہی لوگوں کو بتائے گئے، جو اس بات کے اہل تھے، اور وہ بھی اُن کے کتمان پر مامور تھے، مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ مجھ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دو قسم کے علوم حاصل ہوئے، ایک وہ جن کی تبلیغ کر دی، اور دوسرے وہ کہ اگر بتاؤں، تو تم میرا گلا ہی کاٹ ڈالو ۔

شرح مقاصد جلد ثانی صفحہ ۲۵۰ پر مرقوم ہے، ان الغیب ھہنا لیس علی العموم بل مطلق و معین ھو وقت وقوع القیامت بقرینۃ السیاق ولا یبعد ان یطلع علیہ بعد الرسول من الملئکۃ والبشر، اس سے ظاہر ہے، کہ علم قیامت کی اطلاع کی پہلی حدیث میں ہے، کہ جب جبرائیل[1] علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قیام قیامت کا وقت دریافت کیا، تو آنحضرتؐ سراپا رحمت نے ما المسئول عنھا باعلم من السائل فرمایا، اور یہی آیت جو جانب مخالف نے نقل کی ہے، تلاوت فرمائی، شیخ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی نے "اشعۃ اللمعات" میں تحریر

---

[1] حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم تھا، کہ میرے مخاطب حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں اور انہیں بھی علم قیامت بہ تعلیم الٰہی حاصل ہے، اس لئے آپ نے بے تکلف فرما دیا، ما المسئول عنھا باعلم من السائل اس لحاظ سے اس کا مطلب یہ ہوا کہ جیسا میں اس امر کو بہ تعلیم الٰہی جانتا ہوں ایسا ہی اس امر کے متعلق تمہیں بھی علم حاصل ہے اسلئے میں مزید کیا بتاؤں، بر کت علی شہید اس سے نفی علم نہیں ہوتی ۔۔ بلکہ جبرئیل کیلئے بھی اشارہ ہے ۔

انکار ہے۔ مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان ۔

فرمایا ہے۔ "مراد آن است کہ بے تعلیم الٰہی بحساب آنہا راندانند آنہا از امور غیب اند، کہ جز خدا کسے آں راندانند، مگر آنکہ وے تعالیٰ از نزد خود کسے را بوحی و الہام بداناند"۔

علامہ ابراہیم باجوری رحمۃ اللہ علیہ شرح قصیدہ میں فرماتے ہیں "لم یخرج صلی اللہ علیہ وسلم من الدنیا الا بعد ان اعلمہ اللہ تعالیٰ بھذہ الامور الخمسۃ" اور کتاب الابریز میں ہے "قلت للشیخ رضی اللہ عنہ فان علماء الظاہر من المحدثین وغیرہم اختلفوا فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھل کان یعلم الخمس الذی کورت فی قولہ تعالیٰ ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ ــ الآیہ، فقال کیف یخفی امر الخمس علیہ صلی اللہ علیہ وسلم والواحد من اہل التصرف من امتہ الشریفۃ لا یمکن التصرف الا بمعرفتہ ھٰذہ الخمس"، یعنی میں نے اپنے شیخ (عبدالعزیز عارف رحمۃ اللہ علیہ) سے عرض کیا کہ علمائے ظاہر یعنی محدثین وغیرہ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پانچ چیزوں کا علم تھا، جن کے بارے میں آیت ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ آہ وارد ہوئی، تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ ان پانچوں کا علم حضورؐ پر کیسے مخفی رہ سکتا ہے، جبکہ ایک صاحب تصرف امتی کے لئے ان پانچ چیزوں کے علم کے بغیر تصرّف ممکن نہیں ـــ حق یہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عالم سے تشریف لے جانے سے پہلے پہلے ان پانچوں چیزوں کا علم عطا ہو گیا تھا۔

قسم دوم۔ نزولِ باراں، مشکوٰۃ شریف[۱] میں ترمذی کی ایک طویل حدیث نواس بن سمعان سے منقول ہے، جس میں یہ الفاظ مروی ہیں "ثم یرسل اللہ مطراً لا یکن منہ بیت مدر و لا وبر"۔

فتنہ یاجوج و ماجوج کے بعد اللہ تعالیٰ ایک عالمگیر مینہ بھیجے گا جس سے کوئی مکان خالی نہ رہے گا، کتاب مذکور کے ص ۴۷۳ پر باب لا تقوم الساعۃ الا علیٰ شرار الناس عبد اللہ بن عمر کی روایت یہ الفاظ مروی ہیں، "ثم یرسل اللہ مطراً کانہ الطل فینبت منہ اجساد الناس" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام آدمیوں کے مرنے کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ مینہ بھیجے گا گویا کہ وہ شبنم ہے پس اس مینہ کے اثر سے آدمیوں کے جسم اُگیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت یہ علم آپ کے خدام کو بھی حاصل ہے، چنانچہ تفسیر عرائس البیان[۲] میں اسی آیت شریفہ کے تحت میں لکھا ہے، "ولا کن کثیراً ما سمعت من الاولیاء یقول یمطر السماء غداً اولیلاً فیمطر کما قال" ترجمہ۔ لیکن میں نے بہت سے اولیاء کو کہتے ہوئے سُنا ہے، کہ کل دن کو یا رات مینہ برسے گا، پس جیسا انہوں نے کہا ہوتا ہے، مینہ برستا ہے۔

قسم سوم۔ ما فی الارحام۔ خدائے تبارک و تعالیٰ کے اعلام سے خدا کے کئی بندوں کو ما فی الارحام بلکہ اُس سے بھی پہلے بیٹا یا بیٹی پیدا ہونے کی خبر حاصل ہو گئی، حضرت عیسٰی یحییٰ، اسماعیل، اسحاق علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے پہلے ہی اُن کے ماں باپ کو پتہ لگ گیا کہ خدا ہمیں بیٹا عنایت کرے گا، حضور صلعم نے حضرت امام مہدی کی آمد کا ذکر آپ کی پیدائش سے سالہا سال پہلے فرما دیا ہے، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

[۱] ص ۴۷۵ مطبوعہ مصر [۲] ص ۱۵۸ [۳] باب العلامات بین یدی الساعۃ ص ۴۶۶ مطبوعہ گلزار محمدی پریس لاہور [۴] ص ۱۳۵ جلد دوم مطبوعہ نولکشور

امام حسین ابن علی علیہما السلام کی پیدائش کی خبر بھی پیشتر ہی دے دی تھی، جیسا کہ حدیث تلا فاطمۃ انشاء اللہ غلاما یکون فی حجرک کے ضمن میں صفحاتِ گذشتہ میں ذکر ہُوا ہے، تفسیر عرائس البیان ص۲۰ میں تحت آیت مذکورہ یعلم مافی الارحام کے ضمن میں لکھا ہے، وسمعت ایضاً من بعض الاولیاء اللہ انہ اخبر مافی الرحم من ذکر وانثی ورایت بعینی ما اخبر، یعنی میں نے بعض اولیاء اللہ سے یہ بھی سُنا کہ انہوں نے مافی الرحم کی خبر دی، کہ اس کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی، اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اُنہوں نے جیسی خبر دی تھی ویسا ہی وقوع میں آیا" بستان المحدثین میں حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی ارقام فرماتے ہیں "نقل می کنند کہ والد شیخ ابن حجر را فرزندی زیست نکشیدہ خاطر بحضور شیخ رسید، شیخ فرمود از پشت تو فرزندے خواہد برآمد کہ بعلم خود دنیا را پرکند" یعنی شیخ ابن حجر عسقلانی کے والد ماجد کی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی، ایک دن افسردہ دلی میں اپنے شیخ کے حضور پہنچے، شیخ نے فرمایا تیری پشت سے ایسا فرزند ارجمند پیدا ہوگا، جس کے علم سے دُنیا بھر جائے گی (چنانچہ علامہ ابن حجر پیدا ہوئے)۔

سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے خارقان میں حضرت ابوالحسنؒ کی پیدائش کی اطلاع ان کے پیدا ہونے سے کئی سال پہلے ہی اپنے مریدوں کو دے دی، اور ان کی صورت وسیرت، تاریخ ولادت اور نام وغیرہ کے متعلق پوری خبر دی، یہ واقعہ مثنوی شریف مولینا روم میں اس طرح مرقوم ہے:۔ ؎

آں شنیدی داستان بایزیدؒ — کز حالِ بوالحسن پیشیں چہ دید
روزے آں سلطانِ تقوی میگذشت — با مریداں جانب صحرا و دشت
گفت زیں سُو بوئے یارے مے رسد — کاندریں دہ شہر یارے مے رسد
بعد چندیں سال مے زاید شہے — می زند بر آسمانہا خرگہے!
رُویش از گلزار حق گلگوں بود — از من او اندر مقام افزوں بود
چیست نامش؟ گفت نامش بوالحسن — حلیہ اش واگفت ز ابرو تا ذقن
قد او و رنگ او و شکل او — یک بیک واگفت از گیسو و رو
حلیہ ہائے رُوح او را ہم نمود — از صفات و از طریق و جائے نمود

یعنی حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز ایک دن جنگل کی طرف اپنے مریدوں کے ہمراہ تشریف لے جا رہے تھے کہ خارقان کے نزدیک تک پہنچے، اور اپنے مریدوں سے فرمانے لگے، کہ مجھے اس جگہ سے ایک بلند مرتبہ عاشق الٰہی کی خوشبو آتی ہے، جو چند سال کے بعد پیدا ہونگے اور (بلندیٔ منزلت کا خیمہ آسمان پر گاڑیں گے، ان کا چہرہ گلزارِ حق سے سُرخ ہوگا، اور فقر میں ان کا درجہ مجھ سے بلند ہوگا، مریدوں نے ان کا نام پوچھا، تو آپ نے فرمایا کہ بوالحسن، پھر ان کا رنگ ڈھنگ، شکل وشباہت اور حلیہ بیان فرمایا، یہ بھی بیان فرمادیا کہ اُن کے اوصاف کیا ہونگے، طریقہ کیا ہوگا اور ٹھکانہ کہاں ہوگا ——— پھر ہو بہو اسی طرح واقعہ ہُوا جس طرح آپ نے ارشاد فرمایا۔

قطب عالم حضرت مولینا غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ قصوری نے اپنی کتاب تحفہ رسولیہ میں اپنے صاحبزادہ

عبدالرسول کی پیدائش کی خبر پیدا ہونے سے دو سال پہلے ہی دے دی پھر ان کا نام رکھا اور وصیت تحریر فرمائی، ملاحظہ ہوں یہ دو شعر - (اصل کتاب تحفہ رسولیہ کتب خانۂ نبویہ لاہور میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے)۔

ایکہ ہنوزی تو بکتم عدم . زود بہ گلزار جہاں نہ قدم
بہ کہ بہم نام تو عبدالرسول . باد بدرگاہ رسالت قبول!

قبلۂ عالم قصوری دائم الحضوری نے صاحبزادہ صاحب سے خطاب کرتے ہوئے یہ بھی فرما دیا کہ شکر کر کہ خدائے تعالیٰ نے تجھے مسجد دی ہے، بازار یا دائرہ نہیں دیا، عالم بنایا ہے جاہل نہیں بنایا، تندرست پیدا کیا ہے، اپاہج نہیں کیا اس کے بعد مفصل وصیت فرمائی کہ یوں کرنا اور یوں نہ کرنا۔

قسم چہارم - کل کی خبر (آئندہ کی خبر) حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے فرمایا: وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ یعنے جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو کچھ اپنے گھروں میں بچا کر رکھتے ہو میں اُس کی خبر دیتا ہوں" وہ لوگ کل کے لئے کھانا بچا رکھتے تھے، اُس کے متعلق آپ نے فرمایا —— وانبئکم —— الخ

نیز حضرت یوسف علیہ السلام نے قیدیوں کو فرمایا تھا کہ جو کھانا تمہیں دیا جائے گا، اُس کے آنے سے پہلے ہی میں تمہیں اُس کی خبر دیدوں گا، کما فی قولہ تعالےٰ، قَالَ لَا یَاْتِیْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖۤ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِیْلِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَكُمَا ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ۔

نیز حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی پر سوار ہوتے ہی موسیٰ علیہ السلام سے کہہ دیا تھا، کہ میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور خضر علیہ السلام کو کہنا پڑا، اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا۔

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو فرما دیا تھا کہ تین دن کے بعد تم پر عذاب نازل ہوگا، جو اپنے موقعہ پر آپ کے فرمان کے مطابق آیا، اسی طرح لوط علیہ السلام کو ملائکہ کی وساطت سے معلوم ہوگیا تھا، کہ صبح اس قوم پر عذاب نازل ہوگا، دیکھو آیت قرآنی قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ سے لے کر وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ (سورہ ہود)

حضرت نوح علیہ السلام نے کئی پشتوں تک پہلے ہی ما فی الارحام کی خبر فرما دی، قَالَ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا - اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ وَلَا یَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا یعنی آپ نے کفار کی پشتوں اور رحموں میں نظر فرما کر کہہ دیا کہ ان لوگوں کی اولاد بھی کافر اور فاجر ہوگی۔

ان آیات کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوگیا کہ واقعات آیندہ کی خبر کا بہ تعلیم الٰہی حاصل ہونا درست ہے، لیکن اگر منکرین لفظ غدا پر اصرار کریں، تو ان کی تسلی کے لئے ہم ان کی توجہ حدیث لاعطین ھذہ الرایۃ غدا رجلا یفتح اللہ علی یدیہ یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ کی طرف مبذول کراتے ہیں، جس کا مفصل بیان گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے، نیز واقعہ لوط علیہ السلام میں آیت کے الفاظ الیس الصبح بقریب پر غور کا مشورہ دیتے ہیں۔

یہاں ہم منکرین کے ایک شبہ کا جواب دینا ضروری سمجھتے ہیں، وہ یہ کہ ایک دفعہ کچھ لڑکیاں آپ کے سامنے اپنے آباء مقتولین یوم بعاث کا مرثیہ گا رہی تھیں، اور اُس میں اُنہوں نے یہ مصرع بھی گایا۔

وَفِینَا نَبِیٌّ یَعْلَمُ مَافِیْ غَدٍ یعنی ہم میں ایک نبی ہے جو کل کی آئندہ بات جانتا ہے' یہ مصرع سُن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس قول کو چھوڑ دو' اور جو کچھ کہہ رہی ہو کہے جاؤ' منکرین یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس میں حضور کے علم غیب کی نفی ہے' اس کا جواب ہم مرقاۃ المفاتیح سے نقل کرتے ہیں' واِنّما منع القائلة بقولها وفینا نبی الخ لکراھة نسبة علم الغیب الیه لانّه لا یعلم الغیب الا الله وانّما یَعْلَمُ الرسول من الغیب ما اعلمهٗ اولکراھة ان یذکر فی اثناء ضرب الدف واثناء مرثیة القتلٰی لعلو منصبه عن ذلك یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لڑکیوں کو اس واسطے منع کیا کہ انہوں نے غیب کی نسبت مطلقاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دی تھی درآنحالیکہ آپ یہ چیز بذاتہٖ نہیں بلکہ بہ تعلیم الٰہی جانتے ہیں' یا اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دف کے ساتھ اپنے ذکر کو نامناسب سمجھا' یا مقتولین کے مرثیے میں اپنے ذکر کو پسند نہ فرمایا' کیونکہ یہ امر ان کے علوِ مرتبت کے خلاف تھا' اور حقیقت بھی یہ ہے' ان حالات میں جن میں آپ کی ثنا کی گئی تھی' یہ بات روانہ تھی کیونکہ اس میں سوءِ ادب کا پہلو غالب ہے' اس لئے آپ نے منع فرما دیا' لیکن آپ نے شاعر اور شعر کے متعلق کچھ نہیں فرمایا' اشعۃ اللمعات میں اس کے متعلق یوں مرقوم ہے" گفتہ اند کہ منع آنحضرت ازیں قول بجہت آن است کہ دروے اسناد علم غیب است بہ آنحضرت پس آنحضرت را ناخوش آمد۔ وبعضے گویند کہ بجہت آنست کہ ذکر شریف وے در اثنائے لہو مناسب نہ باشد" یعنی شارحین نے کہا کہ آپ کا منع فرمانا اس لئے ہے کہ علم غیب کی نسبت آپ کی ذات کی طرف تھی' جو آپ کو پسند نہ آئی' اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کا ذکر پاک لہو و لعب میں مناسب نہیں' کیونکہ لڑکیاں ایک نکاح کے سلسلے میں دف کے ساتھ گا بجا رہی تھیں' اور اثنا میں مصرع زیر بحث بھی گایا گیا' ہم اپنی اس تحقیق کے ثبوت میں حسان بن ثابتؓ کے دو بیت پیش کرتے ہیں' جو انہوں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے پڑھے' اور آپ نے سُن کر منع نہ فرمایا:۔

نبیٌ یرٰی مالا یرٰی الناس حولهٗ ویتلو کتاب الله فی کل مشهدٖ

فان قال فی یوم مقالة غائب فتصدیقها فی ضحوة الیوم او غدٖ

اسی طرح منکرین نے ایک حدیث اور نقل کی ہے' جس کا مفہوم یہ ہے' کہ آپ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں' اس کے آگے جو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے " این سخن اصلے ندارد و روایت بداں صحیح نشدہ است" اس عبارت کو صاف ہضم کر گئے' کہ آپ کا علم غیب ثابت ہی نہ ہو' ایسا ہی ان کے اور ہم خیالوں نے بھی کیا ہے' یہ خیانت اور تحریف ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دیدہ دانستہ تنقیص ہے۔

قسم ۵۔ کب مریگا اور کہاں مریگا' جنگ بدر میں آپ نے اپنے صحابہ کو کفار مکہ کے مقتل بتا دیئے' اور یہ پیشین گوئی اس وقت فرمائی' جبکہ آپ کے لشکر کے پاس بے سرو سامانی کے علاوہ کوئی ظاہری سامان جنگ نہ تھا' لیکن فریق مقابل بڑے ساز و سامان سے مقابلے پر تھا' ایسی حالت میں یہ پیشین گوئی عجیب ہی قسم کی تھی' مگر ایسا ہی ہُوا' جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا' اور جس کے متعلق جہاں قتل ہونا آپ نے فرمایا تھا' وہیں اُس کی لاش پائی گئی۔

حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ شاید آئندہ سال تم مجھے نہ پاسکو گے" مشکوٰۃ شریف میں ہے عن معاذ بن جبل قال لما بعثہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الی الیمن خرج معہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوصیہ ومعاذ راکب ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یمشی تحت راحلتہ فلما فرغ قال یا معاذ انک عسٰی ان لا تلقانی بعد عامی ھذا ولعلک ان تمر بمسجدی ھذا وقبری فبکی معاذ جشعاً لفراق الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی حضرت معاذ کو یمن کی طرف بھیجتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو وصیت فرماتے ہوئے تشریف لائے، اور فرمایا کہ اے معاذ شاید کہ اس سال کے بعد ہماری تمہاری ملاقات نہ ہو اور شاید تمہارا گذر میری اس مسجد اور قبر پر ہو، حضرت معاذ رضی اللہ تعالےٰ عنہ یہ کلمہ جانگداز سن کر فراقِ رسول اللہ صلعم کے خیال سے رو پڑے، ملخصاً۔

مرض الموت سے کچھ دن پہلے آپ نے فرمایا کہ خدا نے اپنے بندہ کو دنیا اور آخرت کی زندگی کا اختیار دیا تو اس نے آخرت کی زندگی پسند کی۔

ان احادیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی وفات اور مقامِ دفن کی خبر پہلے ہی دیدی تھی۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی جامعہ صغیر میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں، وہو ہذا:۔

یقتل ابن مریم الدجال بباب لد۔ یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام دجال کو باب لد پر قتل کریں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض الموت میں حضرت فاطمۃ الزہرا کے کان میں فرمایا کہ میں اسی بیماری میں دنیا سے رحلت کرونگا، اور میرے اہل بیت میں سب سے پہلے تم ہی مجھ سے آکر ملوگی، اور یہ امر واقعہ ہے کہ آپ نے اسی مرض میں وفات پائی، اور آپ کی وفات کے قریباً چھ ماہ بعد حضرت فاطمۃ الزہرا کا بھی انتقال ہوگیا، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو فرمایا، کہ تم سب میں سے پہلے وہ آکر مجھ سے ملاقات کرے گی، جس کے ہاتھ لمبے ہونگے، جب سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات پائی تو سب کو معلوم ہوا، کہ ہاتھ کی لمبائی سے مراد کشادہ دستی اور فیاضی تھی، اور اس صفت سے حضرت زینب نسبتاً سب سے زیادہ متصف تھیں، اب ان متعدد امثلہ مذکورہ سے ثابت ہوگیا کہ حضور علیہ السلام کو ان خاص پانچ باتوں کا علم بھی بعطائے الٰہی حاصل تھا، جو خاص اُس سے مخصوص ہیں، اب ان حقائق کی موجودگی میں کیونکر انکار کیا جاسکتا ہے کہ خاص ان پانچ قسم کے غیوب کا علم خدائے تعالےٰ نے کسی کو نہیں دیا، ایسا تسلیم کرنے سے آیت ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ اور ان متعدد احادیث میں تضاد نظر آتا ہے، اور حقیقت یہ ہے، تضاد ہے نہیں، پھر ان میں مطابقت کا یہی طریقہ ہے، کہ آپ سے ذاتی علم کی نفی کی جائے، اور عطائی علم غیب آپ کے لئے تسلیم کیا جائے کیونکہ ایسا نہ کرنے سے کفر لازم آتا ہے، اور تسلیم کرنا کچھ غلط بھی نہیں، یہ تو سب کو معلوم ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ بعثت کی ابتدائی حالت سے انتہائی حالت ہر لحاظ سے بہتر تھی، اور قرآن مجید میں ہے وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی یعنی آپ کی آخری حالت پہلی حالت سے یقیناً بہتر ہے، نیز آخر میں اس پر اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ

نعمتی کا فتویٰ بھی لگ گیا، ہمارے خیال میں نعمت سے ہر وہ چیز مراد ہے جس پر نعمت کا اطلاق ہو سکتا ہے اور یقیناً علم بھی ایک ایسی ہی چیز ہے جس کو نعمت کہا جائے، اسی لئے آپ نے خدا سے رب زدنی علما کہہ کر زیادتی علم کی دعا مانگی، تو کیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ آپ کی یہ دعا قبول نہیں، اور خدا نے اس نعمت کو اب تمام نہیں کیا؟ ہم تو ہرگز ایسا خیال نہیں کر سکتے، ہمارا تو عقیدہ ہے کہ یقیناً آپ کی دعا مستجاب ہوئی اور خدا نے اس نعمت کو بھی آپ پر تمام کیا، اور یہ ایسی حالت میں ممکن ہے جبکہ آپ کے لئے علم ما کان وما ھو بکائن تسلیم کر لیا جائے کیونکہ آپ کے لئے ایسی نعمت کا ثبوت محالات میں سے نہیں، جب ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کا علم تمام مخلوقات سے زیادہ تھا، تو اس سے صرف نوع بشر مراد نہیں لیتے بلکہ مخلوقات سے ہماری مراد خاکی، آبی، نوری، ناری، اور وہ تمام مخلوقات ہے جو عالم وجود میں موجود ہے، اگرچہ وہ ہمارے علم میں موجود نہ ہو، یہی وجہ تھی کہ آپ جماد مثلاً (سنگریزے)، نباتات مثلاً (ستون حنانہ)، ملائکہ اور اجنہ کی باتیں سمجھتے تھے، اور یہ تو مسلّم ہے کہ مخلوقات کا مجموعی علم ہمارے احاطۂ فہم سے باہر ہے، لیکن اُس مقتدر اور اعلم ہستی کے احاطۂ فہم سے باہر نہیں، جس کے حق میں آیات اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ، فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى اور انا اعطیناك الكوثر آتریں، نیز جس کے خصائص میں جوامع الکلم کا عطا کیا جانا ہے، اور یہ وہ بات ہے جو آپ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوئی ایک دفعہ آپ نے اپنا بلیغ خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے کہا۔

یَا اُمۃ محمد واللہ لو تعلمون ما علمت لضحکتم قلیلاً ولبکیتم کثیرا) پھر علوم الٰہیہ میں سے یہ سب کچھ جو آپ کو عطا ہوا کیا تھا؛ خدا کے علم کا بعض اور قلیل حصہ، چونکہ ہم خدائی علوم کا اندازہ بالکل نہیں کر سکتے ہیں، اسلئے اُس کے علم کے بعض کا اندازہ بھی محال ہے، محیط بیکراں کا بعض اور ہے اور پانی کے ایک گھڑے کا بعض اور ہے، جو چیز ہمارے قیاس و وہم سے برتر ہے اُسے اپنے قیاس سے ناپنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے، حاشا و کلا، ہمارے عجز فہم کا اعتراف تو یہ ہے ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

آیت مک - وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهٗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ، اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے، وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن۔

یہاں علم شعر سے مراد یہ نہیں ہے کہ آپ اچھے اور بُرے شعر میں امتیاز نہ کر سکتے تھے، بلکہ یہاں یہ مراد ہے کہ آپ شعر نہ کہتے تھے، نہ آپ شاعر تھے، کیونکہ شعر گوئی ایسی چیز ہے، جس میں دروغ کا عنصر لازمی طور پر ہوتا ہے اور آدمی مبالغہ اور غلو سے بچ نہیں سکتا، مولینا نظامی گنجوی فرماتے ہیں۔

در شعر مپیچ و در فن او   چوں اکذب اوست احسن او

اور یہ امر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شایان شان نہیں، قرآن پاک روشن حقائق کا مرقع ہے، شعر گوئی کو اس سے کیا نسبت۔

آپ کے کلام مبارک میں عروض کی پابندی نہ تھی، لیکن شعریت اُس پر نثار تھی آپ افصح العرب تھے، فصاحت و بلاغت اور حسن تاثیر سے آپ کا کلام آراستہ ہوتا تھا الشعراء ھم الغاوون کے ماتحت آپ کو شعر گوئی کا ملکہ بدو فطرت سے عطا نہیں ہوا تھا، مگر شعر فہمی کی آپ میں مکمل استعداد تھی، عرب کو جس اخلاق سوز شاعری پر ناز تھا، وہ فطرتِ انسانی کے لئے زہر قاتل تھی، اُس سے اجتناب ضروری تھا، جس طرح بُرائی کا علم اُس سے احتراز کرنے کے لئے ہونا ضروری ہے، اسی طرح شاعری (جو اُس زمانے میں فحاشی کے مترادف تھی) سے احتراز فرمانے کے لئے آپ کو علم عطا کیا گیا۔

شاعری نثر کے مقابلے میں غیر فطری کلام ہے، اس لئے خدا تعالےٰ نے یہ چیز کسی پیغمبر کو عطا نہیں کی، نہ کوئی صحیفہ ایسا اُتارا جس کے مضامین اشعار میں ہوں، پس غیر شاعر خدا کے پیغمبر شاعر کیونکر ہو سکتے تھے۔

علاوہ ازیں علم الشعر کا تعلق امور غیبیہ سے نہیں، اس کی تعلیم زید و بکر سے بھی حاصل کی جاسکتی ہے، اس آیت اور اس مسئلہ کو نفی علم غیب کے ثبوت میں پیش کرنا وہابیہ کی جہالت اور ضلالت پر دال ہے۔

آیت ۸ - یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰہُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَا اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ

یعنی جس دن اللہ تعالیٰ مرسلین علیہم السلام کو جمع کریگا، اور اُنہیں کہے گا، کہ تمہیں کیا جواب ملا؟ وہ کہیں گے کہ ہمیں علم نہیں، تحقیق تو ہی سب غیبوں کا جاننے والا ہے۔

مفسرین نے اس بارے میں لکھا ہے، کہ پیغمبروں کا لاعلم لنا کہنا بمقابلہ ذات الٰہی کے ہے، وہ اپنی ذات کے نفی علم کر رہے ہیں، کیونکہ اُن کا علم علمِ الٰہی کے ساتھ ساقط ہے، تفسیر کبیر میں ہے، کہ یہ قول ادب کی بنا پر ہے، کیونکہ جب انبیاء نے معلوم کر لیا، کہ اللہ تعالیٰ علیم ہے، حلیم ہے، بے علم اور سفیہ نہیں، وہ عادل ہے، ظالم نہیں، تو اُنہیں یہ بھی معلوم ہو گیا، کہ اُن کی بات حصولِ خیر یا دفع شر کے لئے چنداں مفید نہ ہو گی، پس وہ سمجھ گئے کہ ادب خاموشی، اعتراف عدم علم اور معاملہ کو خدا اور اُس کے عدل کے سپرد کر دینے میں ہے، اسلئے انہوں نے لاعلم لنا کہہ دیا۔

روح البیان میں ہے کہ یہ جواب قیامت کے دن بعض مواقع پر ہو گا، بعد ازاں وہ تبلیغ رسالت میں اپنی اُمتوں پر گواہی دیں گے، ملاحظہ ہو روح البیان کی اصل عبارت:۔

ان ھذا الجواب یکون فی بعض المواطن القیامت وترجع عقولھم الیھم فیشھدون علےٰ قومھم انھم بلغوا الرسالة وان قومھم کیف ردوا علیھم۔

آیت ۹ - ویسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔

(لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیں کہ روح امر رب میں سے ہے اور آپ کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے)

معلوم نہیں کہ منکرین یہ آیت نفی علم غیب کے ثبوت میں کیوں پیش کرتے ہیں اور اس میں انہیں نفی علم کی کونسی دلیل نظر آتی ہے، اس میں تو صرف روح کے متعلق سوال کرنے والوں کے متعلق کہا گیا ہے کہ تمہیں

بہت تھوڑا علم عطا کیا گیا ہے، نیز اُن کے حالات کی مناسبت کے پیشِ نظر ارشاد ہوا کہ اُنہیں کہہ دو کہ روح امر ربی میں سے ہے، بھلا اس میں یہ کیونکر ثابت ہو گیا کہ حضور کو بھی روح کا علم عطا نہیں کیا گیا تھا، بلکہ اس سے تو یہ مستنبط ہوتا ہے، کہ آپ کو روح کا علم دیا گیا تھا جس کا اظہار آپ من امر ربی فرما کر رہے ہیں، یعنی یہ الفاظ روح کے متعلق جملہ علوم کا خلاصہ ہیں، روح کے متعلق سوال کرنے والے لوگ اس کی تشریح کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے، اس لئے انہیں مختصر جواب دینا ہی حکمت پر مبنی تھا، نیز سائلین کی معلومات کے مطابق روح کی خبر نہ دینا ہی علامت نبوت تھی۔

شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے، کہ عالم کئی ہیں، یعنی عالم عناصر، عالم ارواح، عالم امر، عالم امکان وغیرہ، پس روح عالم امر کی ایک چیز ہے، جس کی حقیقت کا جاننا عالم عناصر والوں کے لئے محال ہے، تو یہ بات بتا دینا کہ روح عالم امر میں سے ہے، کیا روح کے متعلق علم پر دال ہے یا عدم علم پر۔

فرض کرو کہ کوئی آدمی کسی اجنبی کے متعلق ہم سے جسے ہم بخوبی جانتے ہیں، پوچھتا ہے، یہ صاحب کون ہیں؟ تو ہم جواب دیتے ہیں کہ یہ صاحب فلاں جگہ کے رہنے والے ہیں اور ہمارے دوستوں میں سے ہیں، اس سے ہی ہمارا مخاطب مطمئن ہو جاتا ہے، اب ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے، کہ خواہ مخواہ اُس اجنبی کی مکمل ہسٹری بیان کریں، اور گروہ مرسلین کا تو اصول ہی یہ ہے، کہ مخاطب لوگوں کی عقول کے مطابق گفتگو کریں، جس سے انہیں اطمینان حاصل ہو، نہ کہ ایسی گفتگو کریں جس کو سمجھنے سے ان کے افہام ہی قاصر ہوں، حضرت شیخ عبدالحق صاحب دہلوی "مدارج النبوت" میں رقمطراز ہیں۔

"چہ گونہ جرأت کند مومن عارف کہ نفی علم بحقیقت روح از سید المرسلین و امام العارفین کند، و دادہ است او را حق سبحانہٗ علم ذات و صفات خود و فتح کردہ برائے او فتح مبین از علوم اولین و آخرین، روح انسانی چہ باشد کہ در جنب جامعیت وے قطرہ ایست از دریا، و ذرہ ایست از صحرا۔"

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں تحریر فرمایا ہے۔ وَلَا تَظُنَّ اِنَّ ذَالِكَ لَمْ يَكُنْ مَكْشُوفًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاِنَّ مَنْ لَمْ يَعْرِفْ نَفْسَهٗ فَكَيْفَ يَعْرِفُ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَلَا يَبْعُدُ اَنْ يَكُوْنَ ذَالِكَ مَكْشُوفًا لِبَعْضِ الْاَوْلِيَاءِ وَالْعُلَمَاءِ۔

آیت ۱۰ - یسئلونك عن الساعة قل انما علمها عند الله، لوگ تم سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیں کہ اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے۔

تفسیر صاوی میں ہے، کہ اس سوال کے وقت تک آپ کو جملہ مغیبات اور علوم الساعت کے متعلق پوری طرح مطلع نہیں فرمایا تھا، لیکن جب آپ اس دنیا سے تشریف فرما ہوئے، تو آپ ان سے مطلع ہو چکے تھے، اس آیت سے یہ تو بالکل ثابت نہیں ہوتا، کہ قیامت کے متعلق آپ کو علم نہ تھا، صرف یہ ثابت ہوتا ہے، کہ علم ساعت کو خدا کی طرف منسوب کرنے کی ہدایت ہوئی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے، کہ آپ اپنے مخاطبین کے سامنے علوم ساعت کا اظہار نہ کریں، اور مزید سوال و جواب کی الجھنوں میں نہ پھنسیں، کیونکہ حکمت الٰہی کا تقاضا ہی یہی ہے، کیونکہ ایسی باتوں کا اظہار فرائض نبوت میں سے نہیں۔

آیت ۱۷۸ - ومنھم من قصصنا علیک ومنھم من لم نقصص علیک یعنی ہم نے آپ پر بعض پیغمبروں کے قصے بیان کئے اور ان میں سے بعض کے نہیں کئے، قرآن مجید میں ہے کلًا نقصص علیک من انباء الرسل ما نثبت بہ فوادک یعنی ہم تمہیں سب کچھ رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے آپ کا دل ٹھیرائیں حضرت ملا علی قاری مرقات میں فرماتے ہیں کہ منھم من قصصنا علیک ومنھم من لم نقصص علیک میں نفی علم تفصیلی کی ہے اور اثبات علم اجمالی کا ہے، یا نفی وحی ظاہر کی ہے اور ثبوت وحی خفی کا ہے اسی وجہ سے ہے کہ آپ نے پیغمبروں کی تعداد اور ان میں سے مرسلین کی تعداد بیان فرما دی جملہ انبیاء آپ سے ہی تھے اور بیت المقدس میں شب معراج آپ کے مقتدی بنے اسلئے کوئی وجہ نہیں کہ آپ کو یہ علم حاصل نہ ہوا ہو مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی اپنی کتاب تحذیر الناس میں لکھتے ہیں کہ عالم حقیقی رسول اللہ ہیں اور انبیاء باقی اور اولیاء بالعرض ہیں کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کی ذات جوہر ہے جو دوسرے انبیا اور اولیاء کے علوم کا سرچشمہ ہے پھر کیونکر ممکن ہے کہ آپ کو دوسرے انبیاء کا علم نہ دیا گیا ہو اگر تمام انبیاء کا حال قرآن مجید میں صراحۃً بیان نہیں کیا گیا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وحی خفی سے بھی آپ پہ روشن نہ ہوا ہو۔

اب ہم ذیل میں منکرین کے چند شبہات پیش کرتے ہیں جن کی بناء پر وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کی نفی پر استدلال کرتے ہیں اور اہل فکر کے لئے اپنی جہالت کا ثبوت لاتے ہیں۔

(۱) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بعض علم غیب حاصل ہے ایسا بعض تو ہمیں بھی حاصل ہے۔
الجواب - حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے اپنے علم کا موازنہ کرنا فقدان دین و دانش کا ثبوت ہے

ع چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک!

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بعض بمقابلہ علم الٰہی ہے جو ہمارے لئے لامتناہی ہے حضور صلعم کا علم اگرچہ متناہی ہے مگر ہمارے علوم کے پیش نظر غیر محدود ہے کیونکہ وہ جملہ مخلوقات کے مجموعی علم سے زائد ہے ہم اپنے حواس ظاہری اور باطنی سے اس کا مطلقاً احاطہ نہیں کر سکتے جو آدمی حضور کے حق میں ایسے گستاخانہ کلمات اور شبہات پیش کرتے ہیں وہ درحقیقت اپنی بے حیائی کا دم بھرتے ہیں۔

(۲) جن چیزوں کا آپ کو علم ہو گیا وہ غیب نہ رہیں لہذا آپ کے لئے علم غیب بہ عطائے الٰہی ماننا بھی جائز نہیں۔
الجواب - ایسا اعتقاد رکھنے سے تو حق تبارک وتعالےٰ بھی غیب دان نہ رہے گا کیونکہ اس کے احاطہ علم سے کوئی شے باہر نہیں کما قولہ تعالےٰ لا یخفی علیہ شیئٌ فی الارض ولا فی السماء و قولہ تعالیٰ وھو بکل شیئٍ علیم ایسی صورت میں خدا تعالیٰ کو عالم غیب کیونکر کہا جا سکتا ہے حالانکہ وہ خود ارشاد فرماتا ہے عالم الغیب والشھادۃ صاف ظاہر ہے کہ غیب سے مراد وہ امور مراد ہیں جو مخلوقات پر مخفی ہیں ورنہ خدا کے لئے تو کوئی بات مخفی نہیں اور حضور کے علم غیب سے وہ امور عبارت ہیں جو آپ پر ظاہر اور دیگر مخلوقات پر مخفی ہیں اور آپ کو بہ تعلیم الٰہی حاصل ہوتے ہیں جیسے احوال قیامت اور جنت و دوزخ وغیرہ جن پر ہمارا ایمان بالغیب ہے۔

(۳) منافقوں نے حضرت ام المؤمنین عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا پر تہمت لگائی اگر آپ کو علم

غیب حاصل ہوتا، تو آپ بتادیتے کہ میری بیوی اس الزام سے بَری ہے ۔

الجواب ۔ اس معاملہ میں کچھ مدت تک آپ کی خموشی نفیِ علم غیب پر دال نہیں ' بلکہ صدہا اسرار و حِکَم پہنی تھی ' جس کے نتیجے میں اُن کی برئیت میں اٹھارہ آیات نازل ہوئیں جنہیں نمازی نمازوں میں پڑھتے اور صدیقہ کی شانِ عفت میں گیت گاتے ہیں ' دوسرے الفاظ میں منافقین اور منکرین کی چھاتی پر ہر روز مونگ دلتے ہیں ' اگر نزولِ وحی سے پہلے آپ ان کی صفائی میں کچھ کہتے ' تو منافقین کو قیامت آتشِ حسد و بغض میں جلانے کا سامان پیدا نہ ہوتا ' اور آپ کی پریشانی کسی بدظنی کی وجہ سے نہ تھی ' بلکہ منافقوں کی افترا پردازی کی وجہ سے تھی ' ورنہ آپ پر روشن تھا کہ آخرکار صدیقہ کی صفائی اور دشمنوں کی رسوائی ہوگی ' اس لئے آپ نے سکوت فرمایا ۔

(۴) ۔ امام المنکرین خلیل احمد انبیٹھوی نے براہین قاطعہ میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے ایک حدیث نقل کی ہے ' جس کا مفہوم یہ ہے ' کہ آپ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہ تھا ۔

الجواب حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے اس حدیث کی نقل کئے فقرہ لا اصل لہٗ جس کو جناب ناقل بالکل ہضم کر گئے ' ایسی خیانت اور بددیانتی ہے خدا کی پناہ اسی طرح اس گروہ کے حوالہ کی نقل میں بددیانتی سے کام لیتے ہیں ' تاکہ عوام کو گمراہ کرنے میں آسانی ہو ' مثلاً مولوی حسین علی وان بھچرانی نے رسالہ غیب دانی میں آیت سورۂ جن کی نقل میں یوں خیانت کی ' کہ لا یظہر علےٰ غیبہ سے نفیِ غیب کو ثابت کر لیا ' اور اس کے دوسرے جزو کو الا من ارتضیٰ من رسول کو صاف ہضم کر گئے ' اسی طرح دیگر منکرین نے بھی نقل عبارت اور ترجمہ میں اپنے وہابی دہرم کے ثبوت میں سخت بددیانتی سے کام لیا ہے ' جو ان کی باطل پرستی کا بیّن ثبوت ہے ۔

(۵) حدیث میں ہے ۔ واللّٰہ ما ادری وانا رسول اللّٰہ ما یفعل بی ولا بکم ۔ یعنی میں نہیں جانتا ' حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں ' کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا ' اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا ۔

الجواب ۔ یہ حدیث آیت سورۂ احقاف کی مانند ہے ' جس کا ذکر گذشتہ صفحات میں گزر چکا ' یہاں ہم صرف اس پر اکتفا کرتے ہیں ' کہ اس میں علمِ غیب بالدرائت کی نفی ہے ' اور درایت عقل اور قیاس سے کسی چیز کے جاننے کو کہتے ہیں ' جیساکہ ردالمختار کے صـ۹۷ میں ہے (والراجح الدرایۃ) بالرفع عطفاً عن الاشبہ ای الراجح من جہت الدرایتہ ای ادراک العقل بالقیاس علیٰ غیرہ ۔ اس طرح قیاس سے علومِ غیبی کا انکشاف عقولِ انسانی کے اختیار میں نہیں ' اور اس نفی کے ہم بھی قائل ہیں ' یہاں علمِ غیب بعطائے الٰہی کی نفی نہیں ' جس پر ہمارا ایمان ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آخری حالت سے بہتر ہے ' جیساکہ نص صریح والاٰخرۃ خیر لک من الاولیٰ سے ثابت ۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے ' کہ ہم اولادِ آدم کے سردار ہیں ' اُس روز لواءِ الحمد ہمارے ہاتھ میں ہوگا ' آدم و آدمیاں ہمارے جھنڈے کے نیچے ہوں گے ' وغیرہ یہ بھی تو آپ اپنی ہی حالت بیان فرمارہے ہیں ' پس حدیث مندرجہ عنوان کا تطابق اس حدیث سے کیونکر ہوگا ۔

(۶) ایک سفر میں حضرت ام المومنین صدیقۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہار گم ہوگیا ' جس کی جگہ جگہ تلاش کی

گئی، اگر حضور کو علم غیب ہوتا، تو آپ کو تلاش کی ضرورت ہی نہ پڑتی ۔

صاحب الکلمۃ العلیا، ص ۱۱۱ میں شبہ مذکورہ کے جواب میں فرماتے ہیں :۔

بخاری و مسلم کی حدیث ہے، فبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلاً فوجدھا، امام بغوی اس کی شرح میں فرماتے ہیں یحتمل ان یکون فاعل وجدھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ ہار کو پانے والے بھی آپ ہی تھے پھر جب آپ نے وہ ہار پایا اور نہ بتایا تو اس سے عدم علم کیونکر ثابت ہو گیا ۔

شبہ ۷ ۔ جمیع اشیاء غیر متناہی ہیں، پھر حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو غیر متناہی کا علم کیونکر ہو سکتا ہے ؟ ۔

الجواب ۔ حضرت امام فخر الدین صاحب رازی رحمۃ اللہ علیہ آیۂ واحاطہ بمالدیھم واحصی کل شئی عددا کے تحت میں رقمطراز ہیں، قلنا لاشك ان احصاء العدد انما یکون فی المتناھی فاما لفظۃ کل شئی فانھا لا تدل علی کونہ غیر متناھی لان الشئ عندنا ھو الموجودات والموجودات متناھیۃ فی العدد اس عبارت سے موجودات کا متناہی ہونا ثابت ہوا، پھر کوئی وجہ نہیں کہ متناہی کا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیع خزانہ علوم میں نہ سما سکے ۔

(۸) معراج کے بعد جب جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کفار نے بیت المقدس کا حال دریافت کیا، تو آپ متردد ہوئے، جب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس حضور کے سامنے کیا، جب حضور نے کافروں کو اس کا حال بتایا ۔

الجواب ۔ اگر

آپ کسی سوال کے جواب میں تحمل اور تامل سے کام لیتے ہیں، تو یہ امر آپ کے وقار و حلم پر دال ہے، عدم علم پر دال نہیں، یہ بات آپ کی عادت مبارکہ میں تھی، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کفار کے سوال کے وقت جواب میں وحی الٰہی کا انتظار فرماتے اور جس طرح کا اشارہ پاتے، اُس کے مطابق گفتگو فرماتے، اور خدا تعالیٰ کا آپ کے سامنے بیت المقدس کو پیش کر دینا آپ کی عظمت اور عزت کا ثبوت ہے، تاکہ آپ وہ باتیں بھی بیان فرما سکیں جن کا آپ کو علم تو ہے، مگر اس وقت توجہ میں نہیں ورنہ بوقت معراج آپ کا بیت المقدس میں جانا اور انبیاء علیہم السلام کا مقتدا بننا تو مخالف بھی مانتے ہیں ۔

(۹) معراج شریف کے وقت آپ کا جبرائیل علیہ السلام سے سوال کرنا کہ یہ کیا ہے، اور وہ کیا ہے، اس امر پر دال ہے کہ بذات خود نہ جانتے تھے ۔

الجواب ۔ یہ سوال سائل کی جہالت کا آئینہ دار ہے، کیونکہ وہ بار بار بیان کرنے کے باوجود بھی ہمارے عقیدہ کو نہیں سمجھ سکا، ہم نے کب کہا کہ آپ بالذات بلا تعلیم وحی علم غیب جانتے تھے، یہاں منکر حصول علم غیب میں وحی کی ضرورت کا انکار کر رہا ہے، اور یہ انکار وہی ہے، جس کو ہم نہیں مانتے ہیں، پھر خواہ مخواہ اعتراض تراشی سے کیا فائدہ بجز اس کے کہ کوئی بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تنقیص شان میں مل جائے، جو ہمیں منظور نہیں ۔

ہم کہتے ہیں کہ آپ کو بہت سے علوم شب معراج میں حاصل ہوئے، اور حصول علوم کا سلسلہ یہاں ہی ختم نہیں ہو گیا، بلکہ تا اختتام نزول قرآن جاری رہا، منکرین کے خیال میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ہم علم ماکان و مایکون آپ کے لئے یوم

پیدائش ہی سے ثابت کرتے ہیں، حالانکہ ہم اس بارے میں تدریج کے قائل ہیں، اس عقیدہ کے ہوتے ہوئے منکرین کے کئی متعصبانہ، جاہلانہ اور غیر دانشمندانہ سوالات خود بخود ہی باطل ہو جاتے ہیں، منکرین یہاں اپنے ادراک کی آنکھوں سے داگروہ رکھتے ہوں تو دیکھ لیں کہ آپ علم غیب بذریعہ تعلیم الٰہی بوساطت جبریل علیہ السلام (جس کو ہم وحی کہتے ہیں) حاصل کر رہے ہیں، جس کا تکرار صفحات گذشتہ میں کئی دفعہ ہوا۔

بعض باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو سائل مجیب سے دوسروں کی تعلیم کے لئے پوچھتا ہے، جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے ایمان اور احسان کے متعلق سوال کیا، اس سے ہمارا یہ مطلب ہے، کہ محض سوال کرنے کی بنا پر کسی پر عدم علم کا فتویٰ لگا دینا اوچھاپن ہے، جو اہل نظر کے لئے جائز نہیں۔

(۱۰) ابو داؤد شریف میں ہے، کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی تو پاپوش مبارک اپنے پاؤں سے اتار دی، یہ دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے بھی اپنی پاپوشیں اتار دیں، سرور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فراغت نماز کے بعد صحابہ کرام سے دریافت فرمایا، کہ تم نے ایسا کیوں کیا، انہوں نے جواباً عرض کیا، کہ ہم نے حضورؐ کی تقلید میں یوں کیا، آپ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے خبر دی تھی، کہ ان میں نجاست ہے، اگر حضور غیب دان ہوتے، تو کیوں نجاست والی پاپوش سے نماز پڑھتے۔

الجواب - پاپوش مبارک کا بحکم وحی پاؤں سے اتارنا آپ کے تنظیف اور تطہیر کی وجہ سے تھا، ورنہ جوتیوں میں ایسی نجاست نہ تھی، جس کی وجہ سے نماز جائز نہ ہو، نہیں تو آپ نعلین مبارک کے اتارنے پر ہی اکتفا نہ فرماتے بلکہ نماز کا اعادہ بھی کرتے، جو آپ نے نہیں فرمایا، جبرائیل علیہ السلام کا آپ کو اس معمولی سی نجاست کی بھی خبر دینا حضور علیہ السلام کی عظمت اور رفعت شان کے اظہار کے لئے ہے، اس سے عدم علم پر استدلال کرنا نافہمی اور سوء ادب پر دال ہے، حضرت شیخ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں۔

"وقذر بفتح قاف وذال معجمہ در اصل آنکہ مکروہ پندارد آں را طبع وظاہر آں نجاستے نبود، کہ نماز باں درست نباشد بلکہ چیزے بود مستقذر کہ طبع آں را ناخوش دارد، والا نماز از سرنو بگرفت، کہ بعضے نماز باں گزاردہ بود، وخبر دادن جبریل علیہ السلام وبر آوردن پا از پاپوش بجہت کمال تنظیف وتطہیر بود کہ لائق بجال شریف وے بود (الکلمۃ العلیا)"۔

(۱۱) بخاری شریف میں ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حجرے کے دروازے پر ایک جھگڑا سنا، آپ نے باہر تشریف لا کر فرمایا، کہ میں بجز آدمی کے کچھ نہیں، میرے پاس جھگڑنے والے آتے ہیں، شاید تم میں سے کوئی ایک دوسرے کے مقابلے میں زیادہ خوش بیان ہو، اور اس کی خوش بیانی سے میں اس کو سچا جانوں، اور اس کے حق میں فیصلہ کر دوں، پس جس کو میں مسلمان کا حق دلاؤں، وہ سمجھے کہ میں اسے جہنم کا ایک ٹکڑا دلاتا ہوں، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے، کہ آپ غیب دان نہ تھے، ورنہ خلاف حق فیصلہ کرنے کا احتمال کیوں ظاہر کیا۔

الجواب - اسلوب کلام کو مد نظر رکھتے ہوئے اس حدیث سے یہ مستنبط ہوتا ہے، کہ آپ کا مقصد تہدید ہے، تاکہ لوگ خوش بیانی اور زور استدلال کے مقابلے میں حق کو اختیار کریں، حدیث شریف کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

فان قضیت لاحد منکم بشیٔ من اخیہ فانما اقطع لہٗ قطعۃ النار یعنی اگر میں تم میں سے کسی کو دوسرے کا حق دوں تو وہ اُس کے لئے آگ کا ٹکڑا ہے، یعنی تم کسی کا حق لینے کی کوشش ہی نہ کرو، یہاں انکار علم غیب کا سوال نہیں جس کا ثبوت یہ ہے، کہ حضور سے عملاً ایسا نہیں ہُوا، اگر حضورؐ کی کوئی ایسی مثال مل جاتی جس سے ثابت ہوتا کہ آپ نے کسی کی خوش بیانی کے فریب میں اُسے دوسرے کا حق دیدیا، پھر یہ احتمال درست ہوتا، ایسی خلاف واقعہ بات کو جس کا وقوع صرف امکانی ہے، عملی نہیں بطور ثبوت عدم علم غیب پیش کرنا درست نہیں، آپ نے جو لفظ فرمائے وہ قضیہ شرطیہ ہیں جو صدق مقدم کے مقتضی نہیں، ایک ناممکن بات کو بغرض تہدید فرض کر لیا ہے، یعنی اگر بالفرض ایسا ہو تو بھی تمہیں کوئی فائدہ نہیں، ایسا ہی شرطیہ قرآن مجید میں بھی وارد ہے، کما قولہ تعالےٰ:۔

قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین یعنی آپ فرماویں کہ اگر خدا کے ہاں بیٹا ہو تو میں پہلا عبادت کرنے والا ہوں، یہاں یہ بھی تو کہا جاسکتا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں خدا کے ہاں بیٹا ہونے کا خدشہ تھا، (معاذ اللہ) مگر یہ شرطیہ ہے، اور شرطیات مقدم کے صدق کو مستلزم نہیں ہوتے چنانچہ ان میں فرض محال تک بھی ہوتا ہے، چنانچہ اس آیت اور حدیث میں ایسا ہی ہے، ورنہ حضورؐ سے خلاف حق فیصلہ کا وقوع ممکن نہیں۔ ملخصاً الکلمۃ العلیا مشارق ۔۔۔ مشارق کی اصل عبارت یہ ہے وان قولہ علیہ السلام فان قضیت لہٗ بحق مسلم الخ شرطیۃ وھی لا تقتضی ... فیکون من باب فرض المحال نظراً الی عدم جواز قرارہ علی الخطاء ویجوز ذلک اذا تعلق بہ غرض کما فی قولہ تعالیٰ قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین والغرض فیما نحن فیہ التہدید والتقریع علی اللسن والاقدام علی تلحین الحجۃ فی اخذ اموال الناس ۔

(۱۲) آپ کو شہد بہت پسند تھا، اور آپ حضرت زینب کے پاس اکثر تشریف فرما کر شہد نوش فرماتے تھے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ نے مشورہ کیا، کہ ہم میں سے جس کے پاس حضرت تشریف لائیں وہ آپ سے کہہ دے کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بُو آتی ہے، تو آپ فرمائیں گے کہ میں نے تو شہد پیا ہے، تو یہ جواب دے کہ شہد کی مکھی مغافیر پر بیٹھی ہوگی، پس چونکہ آپ کو بدبُو سے نفرت ہے، اس لئے آپ شہد کا استعمال ترک کر دیں گے، نتیجۃً حضرت زینب کے پاس نشست کم ہو جائے گی چنانچہ ایسا ہی ہُوا اور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھائی کہ اب کبھی شہد نہ پیوں گا، اس پر یہ آیت اُتری، یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک، اگر حضرت غیب دان ہوتے تو کیوں ایک بناتی ہوئی بات پر شہد چھوڑنے کی قسم کھالیتے ۔

الجواب :۔ یہاں حرام کر دینے سے آپ کا ترک کر دینا مراد ہے، اعتقاداً ایسا نہیں، جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ آپ نے خدا کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام قرار دیا، تو بالاتفاق کافر ہے، تفسیر سراج المنیر میں اسی آیت کے ضمن میں ہے بان المراد بھذا التحریم ھو الامتناع من الانتفاع بالازواج لا اعتقاداً دالبتہ آپ کے حرام کرنے سے مراد اپنی ذات کو شہد کے استعمال سے روکنا ہے، از روئے اعتقاد حلال کو حرام ٹھیرانا مراد نہیں، والنبی صلی اللہ علیہ وسلم امتنع الانتفاع بھا مع اعتقاد کونھا حلالاً فان من اعتقد ان ھذا التحریم ھو تحریم ما احل اللہ

فقد کفر فکیف یضاف الی النبی صلی اللہ وعلیہ وسلم یعنی آپ نے شہد کو اپنے لئے اس کی حلت کا اعتقاد رکھتے ہوئے منع فرمایا پس جو شخص اعتقاد کرے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالےٰ کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام فرمایا، تو ایسا اعتقاد کرنے والا کافر ہے، پھر حضور کی طرف یہ نسبت کیسی ہو سکتی ہے" تبتغی اے ترید اردة عظمة من مکارم اخلاقك وحسن صحبتك مرضات ازواجك' یعنی آپ اپنے خلق عظیم اور کرم عمیم کی وجہ سے ازواج مطہرات کی خوشنودی اور رضامندی چاہتے تھے، اور آپ کے حسن صحبت کا تقاضا تھا، جس کی بنا پر آپ نے شہد سے منتفع ہونا بند فرمایا اس میں نفی علم کہیں ثابت نہیں ہوتی، فقط ایک حلال چیز سے اپنے آپ کو روکنا ہے، وہ بھی حسن اخلاق کے باعث ابی منافق نے جس کا نفاق اظہر من الشمس ہو چکا تھا، مرتے وقت اپنے لئے آپ کی قمیص مبارک طلب کی، آپ نے باوجود اس علم کے کہ وہ منافق ہے، اُس کو وہ قمیص مرحمت فرمائی، پس رحمۃ اللعالمین کی جانب سے یہ امر تعجب انگیز نہیں کہ آپ ازواج مطہرات کی خوشنودی اور رضامندی کے لئے اپنے ذاتی فائدہ کو ترک فرما دیں۔

سراج المنیر میں ہے، کہ تبتغی مرضات ازواجك کا خطاب بوجہ عتاب نہیں تھا، کیونکہ آپ نے محض کمال نظافت و لطافت کے باعث یہ بھی گوارا نہ فرمایا، کہ کسی قسم کی بو آپ سے متعلق کی جا سکے، ورنہ اگر اس بات میں کچھ بھی حقیقت ہوتی تو آپ دوسروں کی بہ نسبت مغافیر کی بو زیادہ محسوس فرما سکتے تھے، اور بار بار اپنی ہر اہلیہ کو یہ کہنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی کہ میں نے شہد کھایا ہے۔

(۱۳) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنے والد کے قرضہ کے سلسلہ میں حاضر ہوا، اور دروازہ کھٹکھٹایا، آپ نے دریافت فرمایا، کہ کون ہے، میں نے عرض کی، کہ میں، حضورؐ نے فرمایا، کہ میں تو میں بھی ہوں، گویا یہ کلمہ آپ کو ناگوار گزرا، اگر آپ غیب دان ہوتے تو کیوں دریافت کرتے، کہ تم کون ہو، حضورؐ کو خود ہی معلوم ہو جاتا۔

الجواب - اگر کسی حکمت کی بنا پر باوجود علم کے کوئی چیز دریافت کی جائے، تو اس سے نفی علم کا ثبوت نہیں ملتا، نہ یہ بات عدم علم پر بطور حجیت پیش کی جا سکتی ہے، خدا تعالےٰ موسےٰ علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے، وما تلك بیمینك یموسیٰ قال ھی عصای اتوکؤا علیھا واھش بھا علےٰ غنمی ولی فیھا مارب اخریٰ۔

یہاں خدا کے علم کے بارے میں منکرین کا کیا خیال ہے۔

حدیث مندرجہ عنوان کو غور سے دیکھنے سے یہ بھی تو قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس سوال جواب کا حال آپ کو پہلے سے معلوم تھا، یعنی آپ جانتے تھے، کہ میرے سوال پر مخاطب یہ جواب دیگا (جو اُس نے دیا) پھر میں اُسے تعلیم دوں گا کہ کسی سوال کے جواب میں مبہم جواب نہیں دینا چاہیئے، بلکہ وضاحت سے کام لینا چاہیئے، جس سے سامع کی معلومات میں اضافہ ہو، اگر اُس کی تشفی ہو جائے، مرسلین علیہم کی عادت ہے کہ ہر بات موقع اور ضرورت کے ماتحت کرتے ہیں، اگر یہ موقع پیش نہ آتا تو ہم ایسی مفید ہدایت سے کس طرح مستفید ہو سکتے۔

(۱۴) درود شریف وسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں بواسطۂ ملائکہ پیش ہوتا ہے، اگر آپ

غیب دان ہوتے، تو فرشتوں کے ذریعے پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

الجواب۔ آپ کے حضور میں پیش ہو کر فرشتوں کا اعمال امت پیش کرنا آپ کی رفعت وعظمت شان کے باعث ہے، عدم کے باعث نہیں، ملائکہ خدا کے حضور بھی پیش ہو کر بندوں کے اعمال پیش کرتے ہیں، تو یہ شبہ خدا تعالیٰ کے متعلق بھی وارد ہو سکتا ہے۔

صفحاتِ گذشتہ میں اپنے مقام پر متعدد تفاسیر کے حوالوں سے ثابت ہو چکا ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے اعمال قلوب، اخلاص ونفاق، درجات ایمان ویقین، قصد وعزائم ونیات وغیرہ بنور نبوت جانتے ہیں۔

سورۂ توبہ میں باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، فسیرا اللہ عملکم ورسولہ والمؤمنون، یعنی عنقریب اللہ تعالیٰ اس کا رسول اور مومنین تمہارے اعمال دیکھیں گے، سٓ استقبال قریب کے لئے ہے، یعنی عالم برزخ میں تمام اعمال عالم اس سے کہ وہ اچھے ہوں یا بُرے، خدا تعالیٰ اپنی الوہیت سے دیکھتا ہے، اور حضور علیہ السلام نور نبوت سے اور مومنین نور ایمان سے، حدیث شریف میں ہے، اتقوا من فراستہ المومن فانہ ینظر بنور اللہ تعالےٰ یعنی مومن کی فراست سے، ڈرو کہ وہ یقیناً نورِ حق سے دیکھتا ہے، آیت مذکورہ میں دیکھنے کے فاعل خدا، رسول اور مومنین ہیں، جن کے دیکھنے کا وقت ایک ہی ہے مختلف اوقات نہیں، وہ وقت خواہ برزخ کے عالم میں ہو، یا وقوع عمل کے فوراً بعد، بہر حال اس معاملہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین حق وتبارک وتعالےٰ سے شرکت رکھتے ہیں، افسوس اب منکرین کا کہیں ٹھکانا نہ رہا۔

(۱۵) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں علم غیب کا اعتقاد رکھنے والے لوگ اُنہیں حق تعالیٰ کی صفتِ علم میں شریک کرتے ہیں، جس سے حق تبارک وتعالےٰ سے ان کی مساوات لازم آتی ہے۔

الجواب۔ یہ محض منکرین کا وسوسہ اور اہل سنت والجماعت کے عقیدہ سے جہالت ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم متناہی ہے، اور خدا تعالےٰ کا علم غیر متناہی، خدا تعالےٰ کا علم ذاتی اور آپ کا عطائی، پھر مساوات کیونکر لازم آئی ـــــ اگر منکرین خدا کی صفت میں کسی کے شریک ہونے سے ڈرتے ہیں، تو آپ خدا کی رحیمی، رؤفی میں شریک ہیں، دیکھو سورہ توبہ کی آیت لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف الرحیم اور رسول کے لئے قرآن مجید میں لفظ شہید اور کریم بھی آئے ہیں، اور خدا کے لئے بھی، پس یہ اسمی شرکت صفت کی شرکت ہے، تو کیا اس سے آپ نعوذ باللہ خدا کے شریک ٹھیرے، یہ صرف وہابیوں کی غلطی ہے، یہاں بھی خدا کی یہ صفتیں ذاتی ہیں، اور حضور کی عطائی، ایسا خیال کرنے سے مساوات وشرکت کا سوال پیدا ہی نہیں ہوا۔

(۱۶) قاضی خان میں ہے، رَجُلٌ تزوج امراۃ بغیر شہود فقال الرجل والمراۃ خدا ورسول را گواہ کردیم قالوا یکون کفراً لانہ اعتقد ان رسول اللہ علیہ السلام یعلم الغیب وھو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الاحیاء فکیف بعد الموت، یعنی ایک مرد نے ایک عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا، پس مرد اور عورت

نے کہا کہ ہم نے خدا اور رسول کو گواہ کیا، فقہا کہتے ہیں کہ یہ کفر ہے، کہ انہوں نے اعتقاد کیا ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب جانتے ہیں؛ حالانکہ آپ زندہ ہونے کی صورت میں بھی غیب نہ جانتے تھے، چہ جائیکہ وصال کے بعد۔

منکرین کے پیشواؤں خلیل ورشید نے عبارت بحر الرائق جو نکح مذکور کی تکفیر میں پیش کی تھی، اس کی تردید میں مصنف تقدیس الوکیل عن توہین رشید وخلیل فرماتے ہیں" ہرچند اس میں بہت کلام ہے، مگر اسی جگہ اتنا ہی جواب کافی ہے، کہ رد المختار علی الدر المختار اور حاشیہ طحطاوی وغیرہما بہ سند تاتارخانیہ وفتاوٰی حجتہ وملتقط وغیرہا سے تصریح ہے، ان الروایۃ بالتکفیر ضعیفۃ غیر صحیحۃ لان الاشیاء یعرض صلی اللہ علیہ وسلم ویعرف بعض الغیب باعلام منہ بدلیل آیت علم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الامن ارتضی من رسول الآیۃ بل الاطلاع علی بعض الغیوب من کرامات الاولیاء ھذہ خلاصۃ مافی رد المختار والطحطاوی وھکذا فی المجموعۃ الخانی وغیرھا۔ یعنی یہ روائیت تکفیر کی غیر صحیح ہے، کیونکہ آپ پر اشیاء عرض ہوتی ہیں، اور باعلام الٰہی بعض غیب جانتے ہیں، بدلیل اس آیت کے کہ خدا غیب داں ہے، اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا، مگر پسندیدہ رسول کو، بلکہ بعض غیب پر اطلاع اولیاء کی کرامات میں داخل ہے، یہ خلاصہ ہے، رد المختار طحطاوی اور مجموعہ خانی وغیرہ کی عبارت کا۔

فقہ حنفی کی بہت سی معتبر کتابوں میں یہی درج ہے، کہ روائیت تکفیر غیر صحیح ہے، پس غیر صحیح روایت سے سرور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قلت علم پر استدلال کرنا اور اہل اسلام کی تکفیر کمر باندھنا متبعین تقویۃ الایمان کے سوا کسی ذی علم کا کام نہیں، پس اگر فتاوٰی قاضی اور بحر الرائق کی عبارتوں کا مفہوم یہ ہے، کہ خود بخود بلا تعلیم الٰہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں، تو اس کو ہم بھی کفر سمجھتے ہیں؛ اور اگر بہ عطا وبہ تعلیم الٰہی کی نفی ہے، تو یہ ہرگز صحیح نہیں، کیونکہ یہ بہت سی آیات، حدیث ودیگر کتب دینیہ کے خلاف ہے، اور اس سے انکار کرنا کفر کے مترادف ہے۔

نیز نکاح کرنا ایک عمل ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام امت کے اعمال اچھے ہوں یا بُرے، بنور نبوت دیکھتے ہیں، جیسا کہ اوپر متعدد کتب کے حوالہ سے درج ہُوا، پس عبارت قاضی خاں وبحر الرائق خلاف منقولات ہے، اور نص کے مقابلہ میں قیاس مردود ہے۔

محاکمہ

اب ہم غیب کے متعلق اس قدر لکھ چکنے کے بعد اس قابل ہوگئے ہیں کہ اہلِ سنت و الجماعت اور منکرین کے بیانات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے معقول فیصلہ کرسکیں، جو اہلِ عقل و نقل کے لئے یکساں طور پر قابلِ قبول ہو۔

یہ صحیح ہے کہ دونو فریق (مثبتین اور منکرین) قرآن اور حدیث سے استدلال کرتے ہیں اگر ان کے دلائل کو صحیح تسلیم کرلیا جائے، تو قرآن مجید میں تضاد لازم آتا ہے، حالانکہ قرآن مجید میں تضاد و اختلاف کا اعتقاد کفر ہے، پھر اس اختلاف کا جو بعض آیات میں بظاہر نظر آتا ہے، اس کا ارتفاع کیونکر ہو؟ ذرا سے تامل سے یہ فرق واضح ہوجاتا ہے اور وہ حقیقت و مجاز کا فرق ہے، جیساکہ کتاب ہذا کی ابتدا میں مرقوم ہوا یعنی فاعل حقیقی تو ذات باری تعالےٰ ہے، اور مخلوقات میں سے کسی کی طرف کسی فعل یا صفت کا انتساب مجازی ہے، خدا تعالےٰ کے اوصاف ذاتی ہیں اور مخلوق کے اوصاف خدا تعالےٰ کے عطا کردہ ہیں، اس فرق کو پیشِ نظر رکھنے سے موہومہ اختلافاتِ آیات خود بخود اُٹھ جاتا ہے، علم غیب کے بارے میں ہم ذرا وضاحت سے کام لیتے ہیں، اور اہلِ سنت والجماعت کا اس کے متعلق عقیدہ بیان کرتے ہیں، جس پر بغور نظر کرنے سے بہت سے اختلافات اور غلط فہمیاں خود بخود دُور ہوجائیں گی :۔

(۱) ذاتی علم غیب صرف خدا تعالےٰ کے لئے ہے، اور حضور علیہ الصلوٰة والسلام کا علم غیب خدا تعالےٰ کا عطا کردہ ہے (۲) خدا تعالےٰ کا علم محیط کل اور غیر متناہی ہے، مگر حضور علیہ الصلوٰة والسلام کا علم خدا تعالےٰ کے علم کا بعض اور متناہی ہے۔

(۳) حضور کا یہ بعض خدا تعالےٰ کے مقابلہ میں ہے، مخلوقات کے مقابلہ میں نہیں، مخلوقات کے لئے یہ بعض بھی لامتناہی ہے، کیونکہ اُس کا اندازہ ناممکن ہے :۔

(۴) آپ کا علم مخلوقات کے جمیع علوم سے زیادہ ہے، لیکن خدا کے مقابلہ میں ایسا ہے، جیساکہ سمندر کے مقابلہ میں قطرہ۔

(۵) آنجناب کو یہ علم بتدریج عطا ہوا، یہ سلسلہ تا اختتام نزول قرآن جاری رہا، نزولِ قرآن کے اتمام پر اللہ تعالےٰ نے آپ کو جملہ مغیبات کا، جسے ہم ماکان وما یکون کہتے ہیں، علم عطا فرمایا۔

(۶) آپ باوجود جاننے کے بعض امور کے کتمان پر مامور تھے، اور بعض امور کا کتمان کسی حکمت کی بنا پر ہوتا تھا، جو کسی موقع محل اور ضرورت اظہار کا متقاضی تھا۔

(۷) آپ کا باوجود جاننے کے بعض امور کا کسی دوسرے سے دریافت کرنا بھی کسی حکمت کی بنا پر تھا۔

(۸) حضور علیہ الصلوٰة والسلام کے علوم رحمانی ہیں، تفصیلی علوم خدا تعالےٰ کے لئے ہیں۔

امور مندرجہ بالا کے پیشِ نظر ہمیں آیات قرآنی پر غور کرنا چاہیئے اور اُن سے یہ نتائج اخذ کرنے چاہئیں۔

(۱) آیات میں جہاں آپ کے لئے علم غیب کی نفی کی گئی، وہاں علم غیب ذاتی مراد ہے، جو صرف خدا تعالیٰ کے

لئے ہے (۲) جہاں علم غیب کا اثبات ہے وہاں علم غیب عطائی بہ تعلیم الٰہی مراد ہے' جو آپ کا خاصہ ہے۔
(۳) بعض جگہ قرآن اور حدیث میں جو آپ کی ذات سے جو علم غیب کی نفی کی گئی ہے' یہ اس وقت تک تو درست ہے' جس وقت وہ کی گئی بعد میں وہ علم آپ کو حاصل ہو گیا' یعنی یہ بات اس وقت کے بعد علم غیب عطا ہونے کے منافی نہیں (۴) بعض امور کا اخفا آپ نے کسی حکمت کی بنا پر کیا' تاکہ اُس کا اظہار بوقت ضرورت ہو' پس جب آپ نے اس کے اظہار کا موقع اور مخاطبین میں اُس کے قبول کی رغبت وصلاحیت دیکھی تو آپ نے ظاہر فرما دیئے۔

اس معاملہ میں جہاں بعض افراد اہل السنت والجماعت نے افراط سے کام لیا' وہاں گروہ منکرین نے تفریط کو اس حد تک پہنچا دیا' جس کے ڈانڈے انکار آیاتِ قرآنی سے جا ملتے ہیں' اور ایسی تو کوئی بات یا شبہ نہیں' جو گستاخی شوخی اور سوءِ ادب تک نہ جا پہنچے' اہل السنت والجماعت کے بعض افراد نے آپ کے لئے جملہ علوم غیبی یوم پیدائش ہی سے تصور کر لئے' اور اُن میں تدریجی ارتقا کو صاف نظر انداز کر دیا' جہاں کہیں انہیں آپ کا بہ تعلیم الٰہی بذریعہ الہام ووحی وغیرہ علم غیب سیکھنا نظر آیا' وہاں بھی جھٹ یہ کہہ دیا کہ یہ بات تو آپ پہلے سے ہی جانتے ہیں' حالانکہ یہ امر مسلم ہے' یہ علوم آپ کو بتدریج سکھائے گئے' جس کی انتہا اتمام نزول قرآن کے دن اتممت علیکم نعمتی کی مہر لگ چکنے کے بعد ہوئی والآخرۃ خیر لك من الاولیٰ میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے' کہ جوں جوں آپ کے علوم میں اضافہ ہوتا گیا' آپ کی بعد کی حالت پہلی حالت سے بہتر ہوتی چلی گئی' اگر اس تدریجی ارتقا سے انکار کیا جائے تو رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا کے کیا معنی لئے جائیں گے اور کیا اس بات کو تسلیم کرنے سے آپ کی شان میں کمی واقع ہوتی ہے' حاشا وکلا' کیونکہ یہ امر واقع ہے' اس سے انکار کرنا اپنی جہالت کا ثبوت دینا ہے' اسی امر کے انکار نے منکرین کو بہت سے اعتراضات اور شبہات گھڑنے کی جرات دلائی' مثلاً قرآن مجید میں ہے' یسئلونك عن الساعۃ قل انما علمها عند الله یہاں اگر صاف اقرار کر لیا جائے' کہ آیت کے نزول تک واقعی علم الساعت آپ کو کماحقہ حاصل نہ تھا' تو اس میں کونسی خرابی لازم آتی ہے' اور اہلسنت کی خواہ مخواہ تاویلات سے کام لے کر آپ کے لئے نزول آیت کے وقت علم الساعت ثابت کرنے کی کیا ضرورت ہے' نہیں تو منکرین سے صرف یہ سوال کرنا چاہیئے' کہ اس آیت کے نزول کے بعد بھی کیا آپ کو علم ساعت عطا نہیں کیا گیا' اگر نہیں تو قرآن مجید اور احادیث میں جو کچھ احوال قیامت کے متعلق بیان ہوا ہے' اُس سے انکار لازم آتا ہے' یا نہیں؟ اگر لازم آتا ہے تو یہ انکار منکرین کو مبارک ہو' ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

بعض مقامات پر جہاں صاف ثابت ہوتا ہے کہ بعض مغیبات آپ کے مشاہدہ میں لائے جا رہے ہیں اور بذریعہ وحی یا الہام آپ پر وہ منکشف فرمائے جا رہے ہیں' وہاں منکرین کو ضلالت اور جہالت کی شب دیجور میں دُور کی سوجھی ہے' کہ اگر حضورؐ کو علم غیب ہوتا' تو ایسا وقوع میں کیوں آتا' جیسا کہ شب معراج میں آپ نے جبرائیل علیہ السلام سے کئی امور کے متعلق استفسار فرمایا' یہاں علمائے اہل سنت والجماعت کے لئے یہی جواب دینا کافی ہے' کہ ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے جملہ مغیبات کا علم یوم پیدائش ہی سے نہیں مانتے' ہمارا عقیدہ ہے کہ آپ کو یہ علوم بتدریج بہ تعلیم الٰہی بذریعہ الہام ووحی حاصل ہوئے' جس کی ایک جھلک تم خود دیکھ رہے ہو اور اُس پر اعتراض کر رہے ہو۔

منکرین نے تفریط میں کمال کر دکھایا' اور حضورؐ کے لئے بعض علم غیب عطائی جزوی طور پر ماننے سے بھی انکار کر دیا' جس سے صدہا آیات و احادیث کا انکار لازم آتا ہے' لیکن اس کی انہوں نے بالکل پرواہ نہیں کی اور نفی علم غیب پر ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا' اس سلسلے میں انہیں اپنی کہی ہوئی باتوں کا بھی پاس نہ رہا' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مرتبے کو گھٹاتے گھٹاتے بھاٹی کے برابر کر دیا' اور صفت علم میں اُنہیں شیطان لعین سے بھی کم قرار دیا' (نعوذ باللہ من ذلک' براہین قاطعہ میں ہے' "غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم خلاف قطعیہ بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے' شیطان و ملک الموت کی یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی' فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے' کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے"۔ تقویۃ الایمان میں ہے "کہ خدا کا دیا ہوا علم غیب ماننا بھی شرک ہے" مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے رسالہ حفظ الایمان میں حضور کے بعض علم غیب کا مقر ہوتے ہوئے اُسے چوپاؤں اور دیوانوں کے علم کے ساتھ تشبیہ دی" ان کے ایسے عقائد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی ذات سے اُنہیں عداوت ہے اور ان کی رفعت شان اور عظمت سے وہ جل مرتے ہیں' انہوں نے جو آیات و احادیث نفی علم غیب کے سلسلے میں پیش کی ہیں' ان میں بالذات اور بالاستقلال علم غیب کی نفی ہے' لیکن یہ علم غیب عطائی کو بھی اسی لپیٹ میں لے آئے ہیں' اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے' کہ اس طرح خدا اور رسول میں مساوات کا امکان ہے' حالانکہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے' کہ ذاتی علم غیب خدا کا خاصہ ہے' اور عطائی علم غیب حضور کا خاصہ ہے اور معطی اور معطی علیہ میں مساوات ثابت نہیں ہوتی' کیونکہ معطی کا درجہ ہر حالت میں بلند ہے۔

نفی علم غیب کی آیات کو جو وقتی طور پر تھیں' اُن کو منکرین اُسی طرح مانتے ہیں' جس طرح بوقت نزول اُنہیں ماننا چاہیئے' اور اثبات کی آیات جو بعد میں نازل ہوئیں' ان کی طرف مطلقاً غور نہیں کرتے' مثلاً قرآن مجید میں منافقین کے متعلق ارشاد ہوتا ہے لا تعلمهم نحن نعلمهم اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ولتعرفنهم فی لحن القول تفسیر جمل میں ہے فان قلتَ کیفَ نُفِیَ عنہ علمُ بحالِ المنافقین وَ اُثبِتہ فی قولہ تعالی ولتعرفنهم فی لحن القول فالجواب اَنّ آیت النفی نزلت قبل آیت الاثبات' یعنی اگر تو کہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منافقین کا حال جاننے کی نفی کیوں کی گئی' حالانکہ آیت ولتعرفنهم فی لحن القول میں اس کے جاننے کا ثبوت ہے تو اس کا جواب یہ ہے' کہ نفی کی آیت اثبات کی آیت سے پہلے نازل ہوئی' حدیث شریف میں ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے ایک جمعہ کو خطبہ کے وقت ان کے نام لے لے کر مسجد سے باہر نکال دیا' جن کی تعداد تین مرد اور ایک سو سترہ عورتیں بتائی جاتی ہے' اب منکرین بتائیں' کہ اس حدیث اور دوسری آیت کا تطابق لا تعلمهم نحن نعلمهم سے کیونکر کریں گے بجز اس کے کہ یا اسے منسوخ تسلیم کر لیں' یا اُس میں نفی صرف علم ذاتی کو مانیں' منقولات کے پیش کرتے وقت منکرین نے بعض اوقات سیاق و سباق کلام کو خیال میں نہیں رکھا' جہاں نفی علم غیب کا امکان بھی نہ تھا' وہاں سینہ زوری سے اُسے ثابت کرنے کی کوشش کی' یہ علیحدہ امر ہے' کہ ان کی اس کوشش سے خود انہیں کی جہالت و ضلالت ثابت ہوتی چلی گئی' جیساکہ وما

علمناہ الشعر وماینبغی لہ (آیت سورۂ یٰسین) میں جہاں اُس عہد کی مروجہ شاعری کی لغویت کا اظہار بہ مقابلہ قرآن مجید منظور ہے، معلوم نہیں کہ منکرین نے علم شعر کو جو زید و بکر وغیرہ سے سیکھا جاسکتا ہے کیوں علوم غیب کی صف میں داخل کر لیا' منکرین نے بعض جگہ تعصب وخیانت سے کام لیا' اور نقل حوالہ میں اصل عبارت کو اپنی جگہ پر قائم نہیں رہنے دیا جس سے مفہوم عبارت ہی بدل گیا' مثلاً شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی سے ایک حدیث براہین قاطعہ میں اُس کے مصنف نے درج کی ہے' جس کا مطلب یہ ہے کہ "مجھے دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں" شیخ مذکور نے نقل حدیث کے بعد ایں سخن اصلے ندارد ودر روایت بداں صحیح نشدہ است' لکھا ہے' لیکن ناقل اس کو صاف ہضم کرگیا' مولوی حسین علی واں بھچری نے رسالہ غیب دانی میں سورۂ جن کی آیت متعلقہ علم غیب کا ایک جزو (یظہر علے غیبہ احدا) تو لے لیا' تاکہ اپنا مزعومہ دعوے ثابت ہوجائے' مگر دوسرا جزو (الامن ارتضی من رسول) جس سے علم غیب کا اثبات ہوتا ہے چھوڑ دیا' تفسیر فتح العزیز کے مترجم نے آیت ویکون الرسول علیکم شہیدا کی تفسیر نقل کرنے میں جو وہابی مذہب کے خلاف تھی' خیانت کی' وغیرہ ــــ عقلی طور پر بھی اہل سنت والجماعت کا ہی عقیدہ درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ آدم علیہ السلام کو خلافت الٰہی تفوق علم کے باعث ہی حاصل ہوئی' اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مقدس تو خلاصہ موجودات ہے' تمام موجودات کے کمالات اور علوم آپ کی ذات مقدس میں جمع ہیں' کیونکہ آپ کائنات میں خدائے تعالےٰ کے خلیفہ اعظم ہیں' یا نیابت الٰہیہ کا بہترین مجسمہ ہیں' اور نائب کے لئے ضروری ہے کہ مناب کی مرضی اور منشاء کے مطابق نظام کو چلائے لہٰذا اس کے لئے ہر چیز کے متعلق مناب کی رضا کا علم لازمی ہے' پھر اختیار کا نمبر آتا ہے' جس کے ماتحت کوئی نظام قائم ہوسکتا ہے' پس ایسی صورت میں یہ ضرور ماننا پڑیگا کہ آپ کا علم موجودات کے مجموعی علم سے زیادہ ہے' اور آپ کے علم سے خدا کا علم ہی زیادہ ہے' کسی کی مجال نہیں کہ اس بارے میں آپ کی برابری کا دعوٰی کرسکے' اور یہی بات آپ کی رفعت شان کے متقاضی ہے' ہمیں آپ کے کمالات کے سامنے سر عجز جھکا کر صدق دل سے اقرار کرنا چاہیئے' ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

منکرین کے لئے یہ چند سطور ہی اگر وہ انصاف سے کام لیں تو کافی ہیں' ورنہ تعصب کی پٹی آنکھوں پر بندھی ہونے کی صورت ایک دفتر بھی ناکافی ہے' اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ایسا ہے' جس کی موجودگی میں آیات قرآنی میں باہم مطابقت ہوسکتی ہے' منکرین کی باتوں کو مد نظر رکھیں' تو افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض کے ماتحت کئی آیات اور سینکڑوں احادیث کا انکار لازم آتا ہے' خدا اس سے بچائے' واللہ یھدی الی سبیل الرشاد

اخیر میں ہم وہ چیلنج درج کرکے اپنے مضمون کو ختم کرتے ہیں' جو زبدۃ المحققین امام المناظرین اعلحضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے علمائے اہل سنت کی طرف سے منکرین کو دیا' وہو ہذا۔

"ہاں ہاں تمام نجدیہ دہلوی گنگوہی جنگلی کوہی سب کو دعوت عام ہے' اجمعو شرکاء کر چھوٹے بڑے سب اکٹھے ہوکر ایک آیت قطعی الدلالۃ یا ایک حدیث متواتر یقینی الافادہ چھانٹ لائیں' جس سے صاف صریح طور پر یہ ثابت ہو کہ تمامی نزول قرآن عظیم کے بعد اشیاء مذکورہ ماکان ومایکون سے فلاں امر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مخفی

رہا جس کا علم حضور کو دیا نہ گیا فان لم تفعلوا فاعلموا ان اللہ لا یھدی کید الخائنین منکرین کے پاس اگر اس کا معقول جواب ہو تو پیش کریں ۔

قرآن مجید میں ہے۔ وَسِعَ رَبِّی کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا (میرا پروردگار علم کے لحاظ سے ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے) نیز فقل ربکم ذو رحمۃ واسعۃ (پس کہہ دو کہ تمہارا رب وسیع رحمت کا مالک ہے) یہاں خدا کی شان علیمی کو ہر چیز پر محیط کیا ہے، قرآن مجید خدا تعالیٰ کی رحمت کو بھی وسیع کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے، وسعت رحمتی علی کل شیئ یعنی میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، جس طرح خدا کی صفت علم میں عمومیت پائی جاتی ہے، ہو بہو وسعت کے لحاظ سے ایسی ہی عمومیت صفت رحمت میں بھی ہے، جہاں صفت رحمت ہر چیز کو اپنے دامن میں لئے بیٹھے ہے، وہاں صفت علم بھی ہر چیز کو اپنی وسعت میں سمیٹے ہوئے ہے، اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا کی رحمت ہے کیا چیز اور اُس کا اس مسئلہ سے کیا تعلق ہے، اُس کا جواب یہ ہے کہ خدا کی رحمت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس ہے، دیکھئے آیت وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین پس جس طرح خدا کی رحمت ہر جگہ موجود ہے، اسی طرح آپ کی ذات بھی ہر جگہ موجود ہے، اور ہر چیز کو اپنے سایۂ عاطفت میں لئے ہوئے ہے اور اُس کے ساتھ ہی پہلو بہ پہلو خدا کی شان علیمی بھی اپنی بہار دکھا رہی ہے، موجودات میں خدا کی صفت علم اور صفتِ رحمت کی یہ جلوہ گری اپنی وسعت کے لحاظ سے بالکل یکساں ہے، اس سے ہمیں یہ لازماً تسلیم کرنا پڑتا ہے، کہ جہاں آپ کی ذات موجود ہے، وہاں آپ کا علم بھی موجود ہے، اور یہ مسلم ہے، کہ آپ کی ذات مقدس بلحاظ مجسمہ رحمت ہونے کے ہر جگہ موجود ہے، (کیونکہ رحمتِ الٰہی کی وسعت کا تقاضا ہی یہی ہے کہ وہ ہر جگہ موجود ہو) اس لئے آپ کا علم بھی ہر جگہ موجود ہے، اور ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، اور اُس پر ہر وقت خدائی علم کی وسعت کا پرتو پڑ رہا ہے ۔

اسے مختصر الفاظ میں ہم یوں ادا کرسکتے ہیں، کہ حق تبارک وتعالےٰ کی وسیع رحمت کا مظہر آپ کی ذات ہے اور ہر جگہ موجود ہے اور اُس کے وسیع ذاتی علم کا پرتو آپ کا عطائی علم غیب ہے، اس لئے یہ بھی ہر چیز کو اپنے دامن وسعت میں لئے ہوئے ہے، کیونکہ یہ دونوں صفتیں عمومیت کے لحاظ سے یکساں ہیں ۔

نظر بریں صورت اہل سنت والجماعت کا عقیدہ درست اور صحیح ہے، اس میں شرک کی کوئی شق نہیں ہاں اس عقیدے کی مخالفت حضور علیہ السلام کی رفعت شان سے عدم آگاہی کا ثبوت ہے جو گستاخی اور سوءِ ادب کی حدود سے گزار کر آدمی کو کفر کی منزل تک پہنچا دیتی ہے ۔